APRIL-2026 Rs. 30/-

شوال المکرم / ذی قعدہ ۱۴۴۷ھ اپریل ۲۰۲۶ء

وارث علوم اعلیٰ حضرت جانشین مفتی اعظم ہند

فیضان تاج الشریعہ جاری رہیگا

جانشین تاج الشریعہ مفتی محمد عسجد رضا خاں قادری بریلوی

مدیر اعلیٰ مدظلہ العالی

مسلک اعلیٰ حضرت کا نقیب و پاسبان

ماہنامہ سنی دنیا

بریلی شریف

MAHNAMA SUNNI DUNIYA, BAREILLY SHAREEF

شیر غران سطوت

امام اعظم اور علم کلام

ہائے رے آزادی نسواں!

جز من و چند کتابے وقلمے

کرن کرن سورج! نغمات قرآن

امام احمد رضا کی نکتہ آفریں تحقیق

آداب بارگاہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

نکاح! نسل انسانی کی بقا کا ضامن

کون اور کیا ہیں حضور تاج الشریعہ

زکوٰۃ! روح کی طہارت اور مال کی برکت

ان کے آگے وہ حمزہ کی جاں بازیاں

قصیدہ بردہ شریف اور صاحب قصیدہ

جہاد! مغربی پروپیگنڈے اور اسلامی تصور

فحش نظری! نوجوانوں میں پھیلتا ایک ناسور

شراب و دیگر منشیات اور مسلمانوں کا مستقبل

معاشرے سے دینی رجحان ختم ہونے کی وجہ

حضور تاج الشریعہ بزرگان خانقاہ رضویہ کے امین

دین کامل اور اتممت علیکم نعمتی تفاسیر کی روشنی میں

مدیر: مفتی محمد عبد الرحیم نشتر فاروقی

مرکز الدراسات الإسلامیۃ جامعۃ الرضا بریلی شریف یوپی، ھند

CENTER OF ISLAMIC STUDIES JAMIATUR RAZA
MARKAZ NAGAR MATHURAPUR, C.B.GANJ, BAREILLY SHARIF (U.P.)

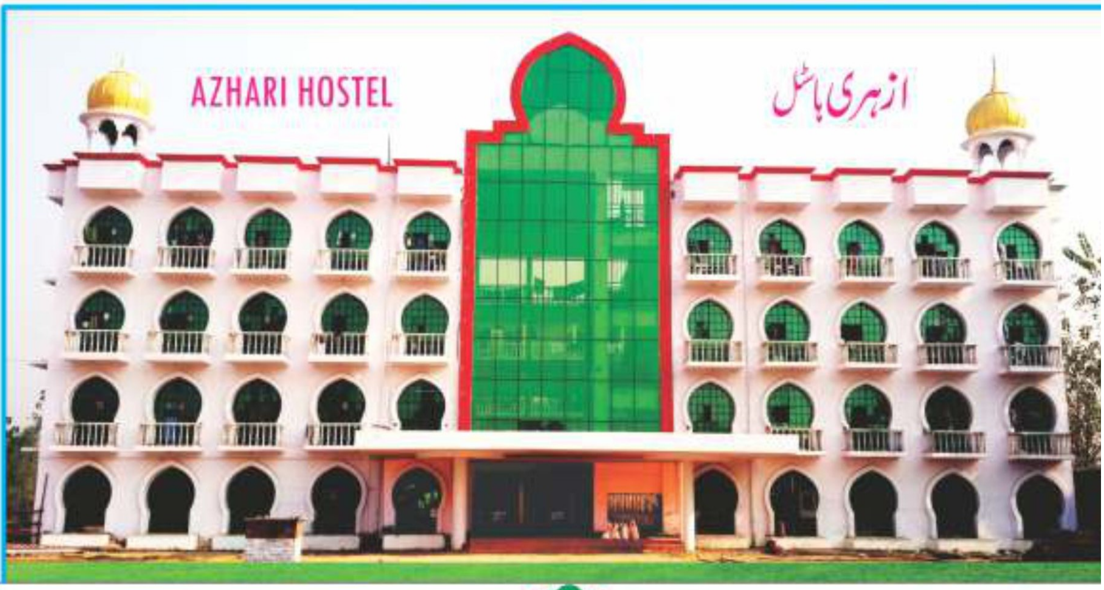

Imam Ahmad Raza Trust
82-Saudagran, Raza Nagar, Bareilly U.P.-243003 (India)

امام احمد رضا ٹرسٹ

E-mail: imamahmadrazatrust@aalaahazrat.com
imamahmadrazatrust@yahoo.co.in
Website: www.aalaahazrat.com, jamiaturraza.com, hazrat.org

Contact No. +91 0581 3291453
+91 9897007120
+91 9897267869

State Bank of India, Bareilly.
A/C No. 030078123009
IFSC Code : SBIN0000597

HDFC Bank, Bareilly
A/c No. 5020000472
IFSC Code : HDFC000

بیادگار

امام المتکلمین حضرت علامہ مفتی محمد نقی علی خاں قادری بریلوی، اعلیحضرت امام احمد رضا خاں قادری بریلوی، حجۃ الاسلام حضرت علامہ مفتی محمد حامد رضا خاں قادری بریلوی، مفتی اعظم حضرت علامہ مفتی محمد مصطفےٰ رضا خاں قادری بریلوی، مفسر اعظم ہند حضرت علامہ مفتی محمد ابراہیم رضا خاں قادری بریلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین

بانی و سرپرست روحانی

وارث علوم اعلیٰ حضرت عکس حجۃ الاسلام ثانی
مفتی اعظم نور دیدۂ مفسر اعظم تاج الشریعہ
بدر الطریقہ حضرۃ العلام الحاج الشاہ المفتی
محمد اختر رضا
خان قادری ازہری بریلوی
رحمۃ اللہ علیہ

سرپرست و مدیر اعلیٰ

نبیرۂ اعلیٰ حضرت شہزادہ و جانشین تاج الشریعہ
قاضی القضاۃ فی الہند پیر طریقت رہبر شریعت
قائد ملت حضرۃ العلام الحاج الشاہ المفتی
محمد عسجد رضا
خان قادری نوری بریلوی
مدظلہ العالی

مسلک اعلیٰ حضرت کا نقیب و پاسبان

ماہنامہ سنی دنیا
بریلی شریف

MAHNAMA SUNNI DUNIYA

مدیر: مفتی محمد عبد الرحیم نشتر فاروقی

شوال المکرم / ذی قعدہ ۱۴۴۷ھ

اپریل ۲۰۲۶ء

شمارہ نمبر ۴

Issue No. 4

جلد نمبر ۱۱

Vol. 11

قیمت فی شمارہ ۳۰ روپیے	سالانہ ۳۵۰ روپیے سادہ ڈاک سے	سالانہ ۶۰۰ روپیے رجسٹرڈ ڈاک سے	پاکستان، سری لنکا اور بنگلہ دیش سے ۱۲۰۰ روپیے	امریکہ اور دیگر ممالک سے ۳۵ امریکی ڈالر

انتباہ

کسی بھی طرح کی قانونی چارہ جوئی صرف بریلی شریف کے کورٹ میں قابل سماعت ہوگی، مضمون نگار اور اہل قلم کی آرا سے ادارہ کا اتفاق ضروری نہیں۔

ہدایت

قارئین کرام رسالہ سے متعلق کسی بھی طرح کی شکایت یا معلومات کے لئے صبح ۹ بجے سے دوپہر ۲ بجے تک موبائل نمبر 8755096981 پر رابطہ کرسکتے ہیں۔

التماس

اہل قلم حضرات اور شعرائے اسلام سے التماس ہے کہ اپنے کمپوز شدہ مضامین و منظومات کی ان پیج یا ڈوک فائل رسالہ کی ای میل آئی ڈی پر بھی بھیج سکتے ہیں۔

عتیق احمد حشمتی (شجاع ملک) آئی ٹی ہیڈ: جامعۃ الرضا

تزئین کار

محمد تمہید خان عرشی فائزہ پرنٹرس، حامدی مارکیٹ

رابطہ کا پتہ

ماہنامہ سنی دنیا
۸۲ / سوداگران، درگاہ اعلیٰ حضرت
بریلی شریف پن نمبر ۲۴۳۰۰۳

Email:

sunniduniya@aalaahazrat.com
nashtarfaruqui@gmail.com
atiqahmad@aalaahazrat.com

Visit Us:

www.sunniduniya.com
www.aalaahazrat.com
www.cisjamiaturraza.ac.in

Contact Address

MAHNAMA SUNNI DUNIYA
82-Saudagran, Dargah Aalahazrat
Bareilly Sharif (U.P.) Pin - 243003

Contact Numbers

0581-2458543, 2472166, 3291453

ایڈیٹر، پبلیشر، پرنٹر اور پروپرائٹر مولانا محمد عسجد رضا خاں قادری نے فائزہ پرنٹرس، بریلی سے چھپوا کر دفتر ماہنامہ سنی دنیا ۸۲ سوداگران درگاہ اعلیٰ حضرت بریلی سے شائع کیا۔

Editor, Printer, Publisher & Owner Asjad Raza Khan, Printed at Faiza Printers, Opp. Lala Kashinath Jewelers, Hamidi Complex, Gali Wazeer Ali, Bara Bazar, Bareilly, Published at 82, Saudagran, Dargah Aala Hazrat, Bareilly Shareef (U.P.)

اس شمارے میں

کالم	مضمون	مضمون نگار	صفحہ
اداریہ	امام احمد رضا کی نکتہ آفریں تحقیق	مفتی محمد شہزاد عالم مصباحی	5
اسلامیات	دین کامل اور اتممت علیکم نعمتی تفاسیر کی روشنی میں	مفتی محمد صلاح الدین رضوی	۷
///	نکاح! نسل انسانی کی بقا کا ضامن	مولانا انیس الرحمٰن حنفی رضوی	۱۳
///	آداب بارگاہ رسالت مآب ﷺ	مولانا محمد شریف الحق رضوی	۱۷
///	کرن کرن سورج! نغمات قرآن	مولانا خلیل احمد فیضانی	۱۸
///	زکوٰۃ! روح کی طہارت اور مال کی برکت	مولانا سید مبارک امجدی ضیائی	۲۰
احوال قوم و ملت	فحش نظری! نوجوانوں میں پھیلتا ایک ناسور	منیب اعوان	۲۲
///	شراب و دیگر منشیات اور مسلمانوں کا مستقبل	محمد تحسین رضا نوری	۲۴
///	معاشرے سے دینی رجحان ختم ہونے کی وجہ	مولانا محمد اشرف رضا قادری	۲۶
احوال وطن	ہائے رے آزادی نسواں!	مولانا زاہد علی مرکزی	۲۷
احوال عالم	جہاد! مغربی پروپیگنڈے اور اسلامی تصور	حافظ افتخار احمد قادری	۲۹
اسلاف و اخلاف	ان کے آگے وہ حمزہ کی جاں بازیاں	مولانا محمد انصار احمد مصباحی	۳۴
///	شیر غران سطوت	مفتی غلام مصطفےٰ نعیمی	۳۵
///	قصیدہ بردہ شریف اور صاحب قصیدہ	عمران ظہور غازی	۳۸
///	امام اعظم اور علم کلام	مولانا محمد عالم اشرفی نوری	۴۰
رضویات	جزمن و چند کتابے و قلمے	مفتی محمد مشتاق احمد عزیزی	۴۵
ازہریات	کون اور کیا ہیں حضور تاج الشریعہ	محمد فرحان رضا قادری	۴۸
///	حضور تاج الشریعہ بزرگان خانقاہ رضویہ کے امین	مولانا فیضان رضا علیمی	۴۹
ترغیبات	فکر آخرت	علامہ مفتی محمد صالح بریلوی قادری	۵۰
مختصرات	چاند پر علما اور عوام سے چند باتیں	مولانا زاہد علی مرکزی	۵۱
///	مطالعہ کی اہمیت و افادیت	مولانا خلیل احمد فیضانی	۵۱
///	امام احمد رضا کے ایک شعر کی تشریح	مولانا محمد تحسین رضا قادری	۵۲
منظومات	وصل کی اب بھیج دیں باد بہاری/ ملا ہے آج پیمانہ میرے…	محمد اشرف رضا، شمس تبریز خاکی	۵۳
///	منقبت در شان علامہ عبد الرحمٰن پوکھریروی/ زہر کو زہر بتایا…	پھول محمد نعمت، جسیم اکرم مرکزی	۵۳
خیر و خبر	اعلیٰ حضرت نے اسلام پر عمل…/ قربان جاؤ حضور تاج الشریعہ پر	مفتی محمد نور الحسن مصباحی	۵۴
///	حضور تاج الشریعہ کے تبلیغی اسفار	مولانا محمد اسلم رضا قادری	۵۴

مہمان اداریہ

از: مفتی شہزاد عالم مصباحی رضوی *

امام احمد رضا کی نکتہ آفریں تحقیق

امام احمد رضا خان قادری برکاتی بریلوی عظیم مفکر، زبردست محقق، فقید المثال فقیہ اور بارگاہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کے عاشق صادق ہیں۔ آپ نے اپنی تمام زندگی توحید خداوندی، ناموس رسالت اور شرعی امور کی صحیح ترجمانی میں صرف کر دی، جب بھی کسی نے اسلام کے کسی نظریہ یا فکر یا اصول کے خلاف ریشہ دوانی کی تو آپ نے اس کا دنداں شکن جواب دیا اور اپنے موقف پر ایسے دلائل و براہین کا انبار لگا یا کہ جن کے سامنے مدمقابل کو اپنی شکست فاش ماننا پڑی۔

میرے اس دعوی کا منھ بولتا ثبوت آپ کی نادر و نایاب تصنیفات ہیں جن سے براہ راست استفادہ کیا جا سکتا ہے۔ خالق کائنات نے آپ کو یوں تو بہت سے علوم و فنون میں مہارت تامہ عطا فرمائی تھی جیسا کہ آپ کے علمی بحر ناپیدا کنار سے گوہر آبدار نکالنے والے بخوبی اس بات سے واقف ہیں کہ امام نے جس موضوع پر قلم اٹھایا اس کا حق ادا کر دیا، یہی وجہ ہے کہ جس موضوع پر بھی آپ کی کتاب پڑھی جائے ایسا لگتا ہے کہ آپ اس فن کے امام ہیں، مگر جس علم نے آپ کو عوام و خواص کے درمیان زیادہ شہرت بخشی وہ فقہ ہے۔

اس کی بڑی وجہ یہ ہے کہ آپ کے پاس دنیا بھر سے سوالات آتے تھے، خاص کر گنجلک اور لاینحل سوالات مگر امام ان کو ایسی شائستگی و باریکی کے ساتھ حل فرما دیا کرتے تھے کہ جن کے خلاف آج تک مخالف کو مجال دم زدن نہیں اور موافق کے پاس ہدیہ تشکر کے لئے الفاظ نہیں۔ آئندہ سطور میں امام کی نکتہ آفریں تحقیقات کے کچھ شواہد و امثال قارئین کی نذر کیے دیتے ہیں تا کہ ان کے گلہائے عقیدت میں مزید تازگی اور شگفتگی آسکے۔

مے خانۂ حدیث کے مے خاروں پر یہ بات روز روشن کی طرح عیاں ہے کہ حدیث پاک کو اصول دین میں دوسرا درجہ حاصل ہے اور جس طرح کتاب اللہ سے احکام شریعت کا استنباط ہوتا ہے، اسی طرح حدیث نبوی سے بھی اصول و فروع کا استخراج ہوتا ہے۔ ایک کامیاب فقیہ کے لئے جہاں قرآن و اجماع اور قیاس کا علم ضروری ہے، وہیں حدیث کی باریکیوں اور اس کے اسرار و رموز سے آشنا ہونا بھی از حد ضروری ہے ہم بروقت جس فقیہ کی علمی جلالت وشان بیان کرنے کے درپے ہیں، اس کو رب قدیر نے اس علم جلیل میں بھی کامل دسترس اور ید طولیٰ عطا فرمایا تھا سر دست ہم علم حدیث میں انکی وسعت نظر، تعمق فکر کی ایک تابش دکھائے دیتے ہیں۔

امام نے اپنے مشہور زمانہ رسالہ" برکات الامداد لاہل الاستمداد" میں استعانت باللہ و بالغیر کے مطالب کی صحیح تشریحات فرمانے کے بعد استعانت بالغیر کے جواز پر بالترتیب ۳۳ / احادیث تحریر فرمائی ہیں اور پھر یہ بھی واشگاف کیا ہے کہ یہ احادیث کن کن راویوں نے کن کن کتب، مسانید، جوامع، ابواب اور تواریخ میں تخریج فرمائی ہیں جس سے صاف پتہ چلتا ہے کہ امام کو اس علم میں بھی انفرادی شان حاصل تھی۔

بطور نمونہ ایک مثال ملاحظہ ہو استعانت بالاولیا پر امام نے ایک حدیث نقل کی جس کے الفاظ ہیں:

"فإن قضي حاجتك قضاها بوجه طلق، وإن ردك ردك بوجه طلق۔ یعنی خوش جمال آدمی (مراد ولی) اگر تیری حاجت روائی کرے گا تو بکشادہ روئی اور تجھے پھیرے گا تو بکشادہ پیشانی۔"

اس کے بعد فرمایا:

"أخرجه الإمام البخاري في التاريخ، وابوبكر بن ابي الدنيا في قضاء الحوائج وابو يعلي في مسنده ،والطبراني في اللكبير، والعقيلي وابن عدي والبيهقي في شعب الإيمان عن ام المؤمنين الصديقة وعبدبن حميد في مسنده وابن حبان في الضعفاء وابن عدي في الكامل والسلفي في الطيوريات عن عبد اللّٰه بن عمر الفاروق وابن عساكر وكذا الخطيب في تاريخهما عن انس بن مالك بلفظ (التمسوا) والطبراني في الأوسط والعقيلي والخرائطي في اعتلال القلوب وتمام في فوائده وابو سهل عبد الصمد بن عبد الرحمن البزار في جزئه وصاحب المهرانيات عن جابر بن عبد اللّٰه والدار قطني في الأفراد بلفظ (ابتغوا) والعقيلي وابن ابي الدنيا في قضاء الحوائج والطبراني في الأوسط وتمام والخطيب في رواة مالك عن أبي هريرة وابن النجار في تاريخه عن امير المؤمنين علي المرتضى والطبراني في الكبير عن يزيد بن خصيفه عن أبيه عن جده ابي خصيفه بلفظ (التمسوا) وتمام في الفوائد عن أبي بكرة والخطيب وتمام ولفظه (التمسوا) والبيهقي في الشعب الإيمان والطبراني في الكبير۔"

امام اس کے چند سطور بعد رقمطراز ہیں:

"امام محقق جلال الملہ والدین سیوطی فرماتے ہیں "الحديث في نقدى حسن صحيح۔ یہ حدیث میری پرکھ میں حسن صحیح ہے۔"
اورخود اپنی تحقیق انیق فرماتے ہوئے لکھتے ہیں "قلت: وقوله هذا لا شك حسن صحيح فقد بلغ حد التواتر علي رائي۔"

امام فرماتے ہیں بلاشبہ یہ حدیث حسن صحیح ہے اور میری تحقیق میں یہ حدیث حد تواتر کو پہنچی ہوئی ہے۔ قارئین کرام! غور کریں کہ امام نے امام مسلم وترمذی وغیرہ کے طرز پر ایک حدیث کو متعدد طرق ومصادر اور الفاظ کے ساتھ ذکر کیا اور اخذ نتیجہ کرتے ہوئے یہ بھی واضح فرمادیا کہ یہ حدیث میری نظر میں متواتر ہے، اصول حدیث کے سمندر میں غوطہ زنی کرنے والے پر یہ بات منکشف ہے کہ باب حدیث میں متواتر کا لفظ بڑی اہمیت کا حامل ہے، چونکہ احادیث میں مراتب کے اعتبار سے سب سے عظیم المرتبت حدیث متواتر ہوا کرتی ہے کیونکہ متواتر اس حدیث کو کہتے ہیں جس کے روات اتنی تعداد میں ہوں کہ جن کا جھوٹ پر جمع ہونا عقلاً محال ہو اور آیات قرآنیہ کے بعد جس سے عقیدہ کا اثبات ہوتا اور جس کے منکر کو کافر کہا جاتا ہے وہ یہی حدیث ہے اور یہ حدیثیں بکثرت نہیں نیز ان کی تتبع وتلاش اور پرکھ کے لئے اس فن کا ماہر ہونا بھی ضروری ہے ورنہ یہ دعویٰ نہیں کیا جاسکتا ہے کہ یہ حدیث میری رائے میں متواتر ہے چونکہ اس قسم کے دعویٰ کرنے کے لئے اس کے جملہ طرق واسانید اور پھر ان کے روات کے حالات وسیر کا جاننا لازم ہے۔

علم اعتقادیات سے شغف رکھنے والے پر روز روشن کی طرح عیاں ہے کہ آقائے دوعالم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے جسم اطہر کا سایہ نہ تھا، اس عنوان پر بھی امام اہل سنت نے اپنے مایہ ناز رسائل (قمر التمام فی نفی الظل عن سید الانام، نفی الفیئ عمن استنار بنورہ کل شیئ، ہدی الحیران فی نفی الفیئ عن سید الاکوان) میں بڑی معنی خیز اور دل آویز بحثیں فرمائی ہیں۔

سر دست ہم ایک نظیر پیش کئے دیتے ہیں جس کو پڑھ کر قارئین کو امام کی استدلالی قوت کا بخوبی اندازہ ہو جائے گا۔ آپ ایک مقام پر اپنے اس دعویٰ کہ حضور سرور کائنات فخر موجودات جناب رسول اکرم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کا سایہ نہیں تھا پر استدلال کرتے ہوئے رقم فرماتے ہیں:

"جب ملائکہ کہ حضور اقدس کے صلی اللہ علیہ وسلم کے نور سے بنے سایہ نہیں رکھتے تو حضور کہ اصل نور ہیں جن کی ایک جھلک سے سب ملک بنے کیونکر سایہ سے منزہ نہیں ہوں گے جب کہ ملائکہ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے نور سے بنے بے سایہ ہوں اور مصطفےٰ ﷺ کہ نور الٰہی سے بنے سایہ رکھیں۔ حدیث میں ہے کہ آسمانوں میں چار انگل جگہ نہیں جہاں کوئی فرشتہ اپنی پیشانی رکھے سجدہ میں نہ ہو، ملائکہ کا سایہ ہوتا تو آفتاب کی روشنی ہم تک کیسے کیونکر پہنچتی یا شاید پہنچتی تو ایسی جیسے گھنے پیڑ میں سے چھن کر خال خال بندیاں بقیہ ص ۱۵ ر پر

از: مفتی محمد صلاح الدین رضوی *

دین کامل اور "اَتمَمتُ عَلَیکُم نِعمَتِی" تفاسیر کی روشنی میں

حضرت آدم علیہ السلام سے حضور سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تک جتنے بھی انبیائے کرام دنیا میں تشریف لائے ان تمام پیغمبران اسلام کو مبعوث ہونے کی بہت سی وجوہات ہیں:

اللہ کی وحدانیت کی طرف بلانا اور غیر اللہ کی پرستش سے روکنا

قرآن پاک میں ہے:

"ولقد بعثنا فی کلّ امّة رّسولا ان اعبدوا الله واجتنبوا الطّاغوت فمنهم مّن هدی الله و منهم مّن حقّت علیه الضّللة - (پارہ ۱۴ سورۃ النحل ۳۶) اور بے شک ہر امت میں ہم نے ایک رسول بھیجا کہ اللہ کو پوجو اور شیطان سے بچو تو ان میں کسی کو اللہ نے راہ دکھائی اور کسی پر گمراہی ٹھیک اتری۔"

آیت کریمہ میں طاغوت سے مراد گمراہ کرنے والے ہیں خواہ شیطان ہوں بت ہوں یا بت پرستی کرانے والے ہیں۔

مخلوق کے دلوں کو شرک اور بداعمالیوں سے بچانا

رب کا ارشاد گرامی ہے:

"ویز کیهم ویعلمهم الکتب والحکمة وان کانوا من قبل لفی ضلل مبین - (پارہ ۴ سورۃ آل عمران ۱۶۴) اور وہ رسول انھیں پاک کرتا ہے اور انھیں کتاب وحکمت سکھاتا ہے اور وہ ضرور اس سے پہلے کھلی گمراہی میں تھے۔"

یعنی یہ رسول لوگوں کو برے اعتقاد خراب رسوم اور بد اعمالیوں سے خوب پاک وصاف کرتے ہیں اور قرآن وسنت کی تعلیم دیتے ہیں۔ اگر چہ نبی آخر الزماں کی تشریف آوری سے پہلے وہ عقائد واعمال کی گمراہی میں تھے۔

قیامت کے دن کفار ومشرکین سے عذر کو ختم کرنا

ارشاد گرامی ہے:

"رسلا مبشرین و منذرین لئلا یکون للناس علی الله حجة بعد الرسل۔ (پارہ ۶ سورۃ النساء ۱۶۵) رسول خوش خبری دیتے اور ڈر سناتے کہ رسولوں کے بعد اللہ کے یہاں لوگوں کو کوئی عذر نہ رہے۔"

یعنی رسولان عظام اس لئے بھیجے گئے تا کہ قیامت کے دن کافروں کو عذر کرنے کا موقع نہ رہے کیوں کہ اگر رسولان عظام مبعوث نہ ہوتے تو کفار ومشرکین عذر بیان کرتے ہوئے کہ سکتے تھے کہ یا اللہ تو نے ہمارے پاس کوئی رسول کیوں نہ بھیجا جو ہمیں تیرے بارے میں بتاتا کیوں کہ ہمیں تیری معرفت حاصل نہ تھی اگر رسول تشریف لا کر ہمیں تیرے احکامات سکھاتا اور خواب غفلت سے بیدار کرتا تو ہم ضرور تیری وحدانیت اور تیرے بھیجے ہوئے پیغامات پر ایمان لے آتے اس لئے کہ ہم میں اتنی طاقت کہاں تھی کہ تیرے احکام کو خود سے سمجھ کر ایمان لے آتے۔ (تفسیر نعیمی)

تو کفار ومشرکین کے اس حیلہ و بہانہ کو ختم کرنے کے لئے رسولان عظام مبعوث کئے گئے۔

قوم کا اللہ کے حکم سے ان کی اطاعت کرنا

قرآن حکیم میں ہے:

"وما ارسلنا من رسول الا لیطاع باذن الله۔ (پارہ ۵ سورۃ النساء ۶۴) اور ہم نے کوئی رسول نہ بھیجا مگر اس لئے کہ اللہ کے حکم سے اس کی اطاعت کی جائے۔"

یعنی رسول اسی لئے بھیجے جاتے ہیں کہ وہ لائق اطاعت بنائے جائیں اور ان کی اطاعت فرض ہو، اسی لئے اللہ تعالیٰ انبیاو رسل کو معصوم (گناہوں سے پاک) بناتا ہے کیوں کہ اگر انبیائے کرام علیہم الصلوۃ والسلام خود گناہوں کے مرتکب ہوں

* مضمون نگار دار الافتاء مرکزی دار العلوم عمادیہ منگل تالاب پٹنہ سٹی کے مفتی ہیں۔

گے تو دوسرے ان کی اطاعت واتباع کیا کریں گے اور رسول کی اطاعت اسی لئے ضروری ہے کہ اللہ عزوجل کی اطاعت کا طریقہ ہی رسول علیہم السلام کی اطاعت کرنا ہے، اس سے ہٹ کر اطاعت الٰہی کا کوئی دوسرا طریقہ نہیں۔ لہٰذا جو شخص رسولان عظام کے حکم سے راضی نہ ہو اس نے رسالت ہی کو تسلیم نہ کیا، اس لئے وہ کافر اور واجب القتل ہے اگرچہ ساری زندگی سر پہ قرآن اٹھا کر پھرتا رہے۔

جہالت کے اندھیروں کو دور کرنا

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

"ھو الذی بعث فی الامین رسولا منھم یتلوا علیھم اٰیتہ و یزکیھم و یعلمھم الکتب والحکمۃ وان کانوا من قبل لفی ضلل مبین۔ (پارہ ۲۸ سورۃ الجمعہ ۲) وہی ہے جس نے ان پڑھوں میں انہی میں سے ایک رسول بھیجا کہ ان پر اس کی آیتیں پڑھتے ہیں اور انھیں پاک کرتے ہیں اور انھیں کتاب اور حکمت کا علم عطا فرماتے ہیں اور بے شک وہ اس سے پہلے ضرور کھلی گمراہی میں تھے۔"

یعنی وہ اللہ تعالیٰ جس نے ان پڑھوں میں یہاں ان پڑھوں سے مراد عرب کے اکثر لوگ ہیں ورنہ ان میں کچھ لوگ پڑھے لکھے بھی تھے، انھیں میں سے ایک رسول بھیجا جو انھیں کی طرح عربی اور امی کہلاتے ہیں لیکن اہل عرب اور آقائے دو جہاں علیہ السلام کے امی ہونے میں فرق ہے کہ اکثر اہل عرب پڑھے لکھے نہ تھے، اسی لئے امی کہلاتے ہیں جب کہ اقائے دو جہاں علیہ السلام دنیا میں سب سے بڑے عالم ہونے کے باوجود آپ نے دنیا میں کسی انسان سے تعلیم حاصل نہ کی اور کتابوں سے پڑھ لکھ کر امور رسالت انجام نہ دیئے بلکہ آپ کے پاس وحی الٰہی آتی تھی جس وحی الٰہی نے آپ کو ساری مخلوقات میں سب سے بڑا اور سب سے بلند و بالا عالم اور معلم کائنات بنا دیا۔

آپ علیہ السلام کو امی بنا کر مبعوث فرمانے کی ایک وجہ یہ تھی کہ اگر سرکار دو جہاں علیہ السلام اہل عرب سے تعلیم حاصل کر لیتے تو انھیں آپ پر الزام لگانے کا موقع مل جاتا کہ یہ پڑھے لکھے انسان ہیں اس لئے فصیح و بلیغ قرآن انھیں کا کلام ہے، کلام الٰہی نہیں ہے تو سرکار علیہ السلام کو امی بنا کر مبعوث کیا گیا تا کہ وہ غور کر سکیں کہ جب انھوں نے ہمارے درمیان کسی سے تعلیم حاصل ہی نہیں کی تو پھر اپنی طرف سے فصاحت و بلاغت میں بے مثال کلام کیسے پیش کر سکتے ہیں تو یقیناً یہ کلام الٰہی ہے بندے کا کلام ہرگز نہیں۔ (تفسیر بیضاوی ص ۱۲ زیر تفسیر الم/تفسیر روح البیان)

وہ رسول قرآن حکیم کی تلاوت فرماتے ہیں اور لوگوں کو عقائد باطلہ اخلاق رذیلہ خباثت جاہلیت اور قبیح اعمال سے پاک کرتے ہیں اور انھیں قرآن و حکمت کی تعلیم دیتے ہیں حکمت سے مراد سنت و فقہ یا احکام شریعت اور اسرار طریقت ہے اور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری سے پہلے وہ کھلی گمراہی میں تھے یعنی شرک و عقائد باطلہ و خباثت اعمال میں گرفتار تھے، اسی لئے انھیں مرشد کامل کی شدید حاجت تھے تو ایسے نازک موڑ پہ اللہ تعالیٰ نے نبی آخر الزماں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ان میں مبعوث فرمایا۔ (تفسیر خزائن العرفان)

نیک اعمال پر ثواب کی بشارت اور برے اعمال پر عذاب سے ڈرانا

ارشاد گرامی ہے:

"رسلا مبشرین و منذرین - (پارہ ۶ سورۃ النساء ۱۶۵) رسول خوشخبری دیتے اور ڈر سناتے۔"

یعنی اہل ایمان کو ثواب کی خوشخبری سنانے اور کفر کرنے والوں کو عذاب سے ڈرانے کے لئے انبیائے کرام تشریف لاتے ہیں۔

لوگوں کو رشد و ھدایت سے بہرہ ور کرنا

قرآن پاک میں ہے:

"ھو الذی ارسل رسولہ بالھدی و دین الحق لیظھرہ علی الدین کلہ۔ (پارہ ۱۰ سورۃ التوبہ ۳۳) وہی ہے جس نے اپنا رسول ہدایت اور سچے دین کے ساتھ بھیجا کہ اسے سب دینوں پر غالب کرے۔"

یعنی ہدایت اور دین حق حضور سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے ایسے لازم و وابستہ ہیں جیسے سورج سے دھوپ! لہٰذا اگر

کوئی چاہے کہ حضور علیہ السلام کو چھوڑ کر ہم ہدایت یافتہ ہوجائیں تو ایسا نہیں ہوسکتا کیوں کہ حضور علیہ السلام کو چھوڑ کر نہ کسی کو ہدایت مل سکتی ہے نہ دین حق اور اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب علیہ السلام کو دین حق کے ساتھ اس لئے مبعوث فرمایا تا کہ اللہ تعالیٰ دین اسلام یا قرآن کو سارے دینوں پر غالب کردے خواہ آسمانی دین ہوں جیسے یہودیت ونصرانیت یا خود ساختہ دین ہوں جیسے شرک ودہریت اور وہ ان تمام دینوں کو منسوخ کردے اور خود منسوخ نہ ہو یا حضور سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو تمام بانیان ادیان پر غالب کردے کہ ان کا چرچا ان کا ذکر خیر ان کی عزت اور ان کی نعت خوانی تمام دینوں کے بانیان سے زیادہ ہوں۔

ضحاک کا قول ہے کہ یہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نزول کے وقت ظاہر ہوگا جبکہ کوئی دین والا ایسا نہ ہوگا جو دین اسلام میں داخل نہ ہوجائے۔ آقائے دو جہاں علیہ السلام فرماتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے زمانہ میں اسلام کے سوا ہر ملت ہلاک ہوجائے گی۔ (تفسیر خزائن العرفان نعیمی)

لوگوں کے اختلافات کو ختم کرنا اور ان کے درمیان فیصلہ کرنا

قرآن حکیم میں ہے:

"کان الناس امة واحدة فبعث الله النبین مبشرین و منذرین و انزل معهم الکتب بالحق لیحکم بین الناس فیما اختلفوا فیه۔ (سورۃ البقرۃ ۲۱۳) لوگ ایک دین پر تھے پھر اللہ نے انبیا بھیجے خوشخبری دیتے اور ڈر سناتے اور ان کے ساتھ سچی کتاب اتاری کہ وہ لوگوں میں ان کے اختلافوں کا فیصلہ کردے۔"

یعنی حضرت آدم علیہ السلام کے زمانہ سے عہد نوح علیہ السلام تک سب لوگ ایک ہی دین اور ایک ہی شریعت پر تھے پھر ان میں اختلاف ہوا تو اللہ تعالیٰ نے حضرت نوح علیہ السلام کو مبعوث فرمایا یہ بعثت میں پہلے رسول ہیں یعنی سب سے پہلے یہی رسول کفار کی طرف بھیجے گئے۔

یعنی پہلے تمام لوگ مومن ہی تھے مگر پھر نفسانیت وحسد سے اختلاف کر بیٹھے کہ بعض کافر ہوگئے، تب اللہ تعالیٰ نے پیغمبر بھیجے جنھوں نے مومنوں کو جنت کی خوشخبریاں دیں اور کفار کو دوزخ سے ڈرایا اور اللہ نے پیغمبروں کو کتاب دے کر اسی لئے مبعوث فرمایا تا کہ پیغمبر لوگوں کے درمیان اس حق بات میں فیصلہ کردیں جس میں متفق رہ کر اختلاف کر بیٹھے تھے۔

کفار ومشرکین کے کفر وشرک پر گواہ بنانا

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

"انا ارسلنا الیکم رسولا شاهدا علیکم۔ (پارہ ۲۹ سورۃ المزمل ۱۵) بے شک ہم نے تمہاری طرف ایک رسول بھیجے کہ تم پر حاضر ناظر ہیں۔"

یعنی ہم نے رسول عربی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو تمہاری طرف رسول بنا کر بھیجا تا کہ وہ قیامت کے دن تمہارے کفر وعصیان کی گواہی دیں۔

مخلوق خدا پر رحمت بنانا

ارشاد گرامی ہے:

"وما ارسلنك الا رحمة اللعلمین۔ (پارہ ۱۷ سورۃ الانبیاء ۱۰۷) اور ہم نے تمھیں نہ بھیجا مگر رحمت سارے جہان کے لئے۔"

یعنی آپ انس وجن اور مؤمن وکافر حتی کہ حیوانات وچرند وپرند کے لئے بھی رحمت ہیں، مومنین کے لئے تو آپ دنیا وآخرت دونوں میں رحمت ہیں، اعلیٰ حضرت عرض کرتے ہیں: ؎

تم ہو جواد وکریم تم ہو رؤف ورحیم
بھیک ہو داتا عطا تم پہ کروڑوں درود
ہم نے خطا میں نہ کی تم نے عطا میں نہ کی
کوئی کمی سرورا تم پہ کروڑوں درود

لیکن کفار ومشرکین کے لئے آپ صرف دنیا میں رحمت ہیں کہ ہزاروں کفریات کے باوجود ان کے عذاب میں تاخیر ہوئی اور وہ عام عذاب سے بھی محفوظ ہوگئے ان پر نہ طوفان کا عذاب آتا ہے نہ زمین میں دھنسانے کا نہ پتھر برسانے کا نہ صورت بگاڑنے کا نہ ڈوبانے کا اور نہ زمین کو پلٹ دینے کا عذاب آتا ہے، یہاں تک کہ آپ فرشتوں کے لئے بھی رحمت ہیں۔

چنانچہ ایک مرتبہ آقائے دو جہاں علیہ السلام نے حضرت

جبرئیل علیہ السلام سے پوچھا کہ کیا میرے رحمۃ اللعالمین ہونے کا فائدہ تمہیں بھی پہنچا عرض کیا ہاں یا رسول اللہ مجھے ہمیشہ اپنے انجام کے بارے میں فکر لگی رہتی تھی لیکن آپ کی صحبت کی برکت سے میں اس فکر سے آزاد ہو گیا، اللہ پاک نے میرے ہی بارے میں ارشاد فرمایا ہے:

"ذی قوۃ عند ذی العرش مکین مطاع ثم امین ۔ (پارہ ۳۰ سورۃ التکویر ۲۱) جو قوت والا ہے مالک عرش کے حضور عزت والا وہاں اس کا حکم مانا جاتا ہے۔" (تفسیر نعیمی)

آپ کی رحمت عامہ ہی کا نتیجہ تھا کہ آپ نے چوپایوں کو باہم لڑانے کسی جانور کو نشانہ بنانے کسی چوپائے کو ہلاک کرنے کے لئے قید کرنے اور حیوان کو مثلہ بنانے (یعنی صورت بگاڑنے سے) منع فرمایا۔ (مرقاۃ المفاتیح کتاب الصید والذبائح جلد ۷ ص ۴۸۱)

آقائے دو جہاں علیہ الصلوٰۃ والسلام جب اپنے تمام تبلیغی فرائض کامل طور پر انجام دے چکے اور آپ کی بعثت مبارکہ کے سارے مقاصد پورے طور پر انجام پزیر ہو چکے تو آیت مبارکہ:

"الیوم اکملت لکم دینکم واتممت علیکم نعمتی ورضیت لکم الاسلام دینا ۔ (پارہ ۶ سورۃ المائدہ، آیت ۳) آج میں نے تمہارے لئے تمہارا دین کامل کر دیا اور تم پر اپنی نعمت پوری کر دی اور تمہارے لئے اسلام کو دین پسند کیا۔"

نازل فرما کر اللہ تبارک وتعالیٰ نے اکمال دین اور اتمام نعمت کا فیصلہ سنا دیا۔ یہ آیت کریمہ نویں ذی الحجہ دسویں ہجری حجۃ الوداع کے موقع پر میدان عرفات میں نازل ہوئی جب کہ اپنی قصواء اونٹنی پر آپ سوار تھے "اکملت لکم دینکم" کا مطلب یہ ہے کہ حلال وحرام کے احکام اور قیاس کے قانون سب مکمل کر دیئے گئے۔

یعنی جو وحی حضرت آدم علیہ السلام پر نازل ہونا شروع ہوئی تھی اور مختلف انبیائے کرام پر نازل ہوتی ہوئی آقائے دو جہاں علیہ السلام تک پہنچی تھی احکام آتے بھی رہے اور منسوخ بھی ہوتے رہے لیکن آج میں نے سارے عارضی احکام کو ختم کر کے اصلی اور دائمی احکام پہ اسے قائم کر دیا ہے کہ ابتدائے اسلام میں گدھا شراب اور متعہ بھی عارضی طور پر حلال تھے لیکن ان تمام عارضی احکام کو ختم کر کے میں نے مذہب اسلام کو ان احکام پہ قائم کر دیا ہے جن پر اسے قیامت تک رہنا ہے، لہٰذا جتنے شرعی احکام آنے والے تھے سب آچکے اب کوئی نیا حکم نہ آئے گا اور جب اسلام مکمل ہو گیا اور اس کے دائمی حکم آچکے تو دشمنوں کی تحریف وتغیر اور تبدل سے بھی محفوظ ہو گیا کہ پہلی کتابوں میں دشمنوں کی طرف سے تغیر وتبدل کر دیا جاتا تھا۔

دین اسلام کو مکمل ہو جانے کی وجہ سے اس کو ختم ہونے سے کفار ومشرکین مایوس بھی ہو گئے کیوں کہ اب تک انھیں آس لگی تھی کہ اسلام ایک عارضی دین ہے کچھ دنوں بعد ختم ہو جائے گا اور مسلمان پھر ہمارے دین میں داخل ہو جائیں گے لیکن جب انھوں نے مکہ شریف فتح ہوتے ہوئے دیکھا پھر ہر چہار جانب سے لوگوں کو جوق در جوق حضور سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہو کر مشرف بہ اسلام ہوتے ہوئے دیکھا اس کے بعد حجۃ الوداع کے موقع پر بھی اسلام کی شان وشوکت مسلمانوں کا ٹھاٹھیں مارتا ہوا مجمع اور مسلمانوں کے ایمانی جذبات ملاحظہ کئے تو اسلام اور مسلمانوں کو ختم ہونے سے وہ پورے طور پر مایوس ہو گئے اور انھیں یقین ہو گیا کہ اس دین کی بنیادیں بہت مضبوط ہیں اس لئے یہ مٹنے والا نہیں۔

تو اے مسلمانو تمہاری عزت افزائی کے لئے جب یہ دین مکمل ہو چکا تو اب کفار سے ہرگز نہ ڈرنا بلکہ بے خوف ہو کر اپنے دین پر علانیہ عمل کرنا البتہ مجھ سے ڈرتے رہنا کہ مجھ سے ڈرنا ہی تقویٰ کی اصل ہے۔ (تفسیر روح البیان/نعیمی)

اس آیت کریمہ پر کوئی شبہ کر سکتا ہے کہ جب حجۃ الوداع کے موقع پر ہی دین اسلام کامل ہوا تو اس سے لازم آتا ہے کہ اس سے پہلے یہ دین ناقص تھا اور حضور علیہ السلام اب تک ناقص دین پر ہی عمل کرتے رہے صرف کچھ ہی دنوں کامل دین پر عمل رہا اور جو صحابہ کرام اس سے پہلے وفات فرما چکے تھے وہ بھی ناقص دین پر ہی دنیا سے رخصت ہوئے۔

تو اس کا جواب یہ ہے کہ دین اسلام ہمیشہ کامل رہا کبھی

بھی ناقص نہ رہا کیوں کہ جس وقت جو احکام نازل ہوئے اس وقت کے لئے وہی احکام کافی تھے لیکن حجۃ الوداع کے موقع پر دین اسلام کو قیامت تک کے لئے کامل کر دیا گیا، اب یہ احکام قیامت تک باقی رہیں گے کبھی منسوخ نہ ہوں گے تو پہلے اسلام کامل تھا مخصوص وقت کے لئے لیکن اب کامل ہو گیا قیامت تک کے لئے۔ (تفسیر کبیر)

"واتممت علیکم نعمتی" یعنی تم پر اپنی نعمت پوری کر دی قرآن حکیم کے بنیادی احکام کی تکمیل کر کے کہ یہی تمام فروعی احکام و مسائل کی بنیاد ہیں۔ یا فتح مکہ سے سرفرازی عطا کر کے کہ اس فتح مبارک کو اسلامی ترقیات اور بعد کے تمام فتوحات کے لئے اصل کی حیثیت حاصل ہے، کیوں کے فتح مکہ ہوتے ہی گرد و نواح کے لوگ جوق در جوق مشرف بہ اسلام ہونے لگے پورا عرب اسلام کے نور سے جگمگانے لگا اور وہاں سے بت پرستی کا خاتمہ ہو گیا۔

اس لئے کہ عرب کے اکثر و بیشتر لوگ اسلام کی حقانیت پر پورا یقین رکھنے کے باوجود قریش مکہ کے خوف سے اسلام لانے میں توقف کر رہے تھے اور وہ فتح مکہ کے انتظار میں تھے علاوہ ازیں اہل عرب کے دل میں خانہ کعبہ کا بے حد احترام تھا، اسی لئے ان کا اعتقاد تھا کہ کعبہ شریف پر کسی باطل قوت کا قبضہ نہیں ہو سکتا لیکن جب فتح مکہ ہو گیا اور مسلمانوں نے خانہ کعبہ پر علم اسلام لہرا دیا تو عرب کے بچہ بچہ کو اسلام کی حقانیت پر مکمل اعتقاد ہو گیا اور وہ جوق در جوق مشرف بہ اسلام ہونے لگے۔

تو فتح مکہ ہوتے ہی اسلام اور مسلمانوں کی طاقت اتنی بلند اور عظیم ہو گئی کہ فتح و کامرانی کا سلسلہ دنیا بھر میں بڑی تیزی کے ساتھ پھیلتا چلا گیا۔ (تفسیر نعیمی)

"ورضیت لکم الاسلام دینا" یعنی میں نے تمہارے لئے دین اسلام کو پسند فرمایا کہ تمام ادیان میں سے دین اسلام کو منتخب فرمایا اس لئے کہ اللہ کے یہاں پسندیدہ دین یہی ہے تو کوئی شخص اسلام کے علاوہ کسی اور دین میں رہ کر جتنی بھی عبادتیں کرے سب مردود ہیں۔

جب یہ آیت کریمہ نازل ہوئی تو حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ بہت روئے حضور سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے پوچھا اے عمر تم کیوں روتے ہو عرض کیا یا رسول اللہ ہر چیز کا قاعدہ یہی ہے کہ جب وہ مکمل ہو جاتی ہے تو اس کا زوال شروع ہو جاتا ہے اب تک ہم ترقی میں تھے، جب کمال کو پہنچ چکے تو زوال شروع ہو جائے گا آقائے دو جہاں علیہ السلام نے فرمایا اے عمر تم نے سچ کہا۔

یعنی اس آیت کے نزول سے حضرت عمر نے سمجھ لیا تھا کہ اب حضور علیہ السلام جلد ہی پردہ فرمانے والے ہیں کیوں کہ آپ دین اسلام کو مکمل کرنے کے لئے ہی تشریف لائے تھے جب دین مکمل ہو چکا تو اب حضور علیہ السلام زیادہ دن دنیا میں نہیں رہیں گے اسی خیال سے آپ رو پڑے تھے چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ اس کے بعد تقریباً تین مہینے میں ہی آپ کا وصال ہو گیا۔ (تفسیر روح البیان)

اس کی تائید اس روایت سے بھی ہوتی ہے:

"لماقرأ هذه الآية على الصحابة فرحوا جدّا وأظهروا السرور العظيم الا أبا بكر رضى الله عنه فأنه بكى فسئل عنه فقال: هذه الآية تدل على قرب وفاة رسول الله ﷺ فأنه ليس بعد الكمال ألا الزوال فكان ذلك دليلا على كمال علم الصديق حيث وقف من هذه الآية على سر لم يقف عليه غيره۔ (تفسیر کبیر، جلد سادس ص ۱۲۶/۱۲۷) یعنی جب حضور سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے صحابہ کرام کے پاس اس آیت کریمہ کو پڑھا تو سب کے سب بہت خوش ہوئے اور بڑی خوشی ظاہر فرمائی مگر حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ رونے لگے حضور سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے رونے کی وجہ پوچھی تو عرض کیا میں اس لئے رو رہا ہوں کہ یہ آیت کریمہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے زمانہ کو قریب ہونے پر دلالت کرتی ہے کیوں کہ کمال کے بعد زوال ہی شروع ہوتا ہے تو یہ بات حضرت صدیق اکبر کے علمی کمال پر دلالت کرتی ہے کیوں کے اس آیت کریمہ سے آپ نے وہ راز معلوم کر لئے جس پر دوسرے مطلع نہ ہو سکے۔"

اسلامیات

اس آیت کے نزول کے بعد ایک یہودی کا ردعمل بخاری شریف میں اس طرح مذکور ہے:

"عن عمر بن الخطاب ان رجلا من الیہود قال لہ یا امیر المؤمنین آیۃ فی کتابکم تقرءونہا لو علینا معشر الیہود نزلت لا تخذنا ذلک الیوم عیدًا قال ای آیۃ قال الیوم اکملت لکم دینکم واتممت علیکم نعمتی و رضیت لکم الاسلام دینا قال عمر قد عرفنا ذلک الیوم والمکان الذی نزلت فیہ علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم وھو قائم بعرفۃ یوم جمعۃ۔ (جلد اول ص ۱۱ کتاب الایمان باب زیادۃ الایمان ونقصانہ) یعنی حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس ایک یہودی آیا اور کہنے لگا اے امیر المؤمنین آپ کی کتاب میں ایک ایسی آیت ہے جو ہم یہودیوں کی جماعت پر نازل ہوئی ہوتی تو اس کے نازل ہونے کے دن کو ہم عید بنا لیتے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے پوچھا وہ کون سی آیت ہے یہودی نے کہا وہ "الیوم اکملت لکم دینکم واتممت علیکم نعمتی ورضیت لکم الاسلام دینا" ہے تو حضرت فاروق اعظم نے ارشاد فرمایا میں اس دن کو بھی جانتا ہوں جس میں یہ نازل ہوئی اور اس کے نازل ہونے کے مقام کو بھی پہچانتا ہوں وہ عرفات کا مقام تھا اور دن جمعہ کا تھا۔"

مطلب یہ کہ وہ دن ہمارے لئے عید ہی ہے اور حضرت عمار بن ابی عامر سے روایت ہے:

"قال قرأ ابن عباس الیوم اکملت لکم دینکم واتممت علیکم نعمتی ورضیت لکم الاسلام دینا وعندہ یہودی فقال لو انزلت ہذہ الآیۃ علینا لا تخذنا یومہا عیدا فقال ابن عباس فانہا نزلت فی یوم عیدین فی یوم الجمعۃ و یوم عرفۃ۔ (ترمذی شریف، جلد دوم، ص ۱۳۰ ابواب التفسیر ومن سورۃ المائدۃ) یعنی حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے ایک مرتبہ "الیوم اکملت لکم دینکم واتممت علیکم نعمتی و رضیت لکم الاسلام دینا۔ کی تلاوت فرمائی اور آپ کے پاس ایک یہودی بھی بیٹھا ہوا تھا، اس نے عرض کی اگر یہ آیت ہم پر نازل ہوئی ہوتی تو ہم اس کے نزول کے دن کو عید بنا لیتے اس پر آپ نے فرمایا جس دن یہ آیت کریمہ نازل ہوئی اس دن دو عیدیں تھیں: یوم جمعہ اور یوم عرفہ۔"

معلوم ہوا کہ جس دن کوئی دینی کامیابی حاصل ہو یا کوئی نعمت ملے اس دن کو عید بنانا اور یادگار کے طور پر منانا جائز ہے ورنہ حضرت عمر اور حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہم صاف فرما دیتے کہ خوشی والے دن کو عید بنانا ہمارے یہاں جائز نہیں اور جب خوشی ملنے والے دن کو عید بنانا جائز ہے تو پھر عید میلاد النبی ﷺ منانا بھی جائز ہوگا، کیونکہ آپ کی آمد مبارک اللہ پاک کی سب سے بڑی نعمت ہے۔

ص ۵۴ کا بقیہ ....

راجستھان کے 25 مقامات پر حضور تاج الشریعہ علیہ الرحمہ 71 بار تشریف لائے، دعاؤں سے نوازا، آپ کے دست مبارک پر سلسلۂ قادریہ رضویہ میں ہزاروں افراد داخل ہوئے، ان علاقوں کے اسمائے گرامی اور وہاں کے علمائے کرام اور متحرک حضرات کا مختصر ذکر کیا گیا ہے، تاکہ جدید نسل کو معلوم ہو کہ اسلاف کرام نے دین وسنیت کی حفاظت وصیانت کے لئے کس طرح محنت کی ہے اور سنیت کے باغ کو ہرا بھرا فرمایا ہے۔

کئی ایک دوروں میں حضور مفتی اعظم راجستھان حضرت علامہ مفتی اشفاق حسین نعیمی اجملی علیہ الرحمہ بھی آپ کے ساتھ رہے، صدارت فرمائی، زبردست ادب واحترام کے مناظر نگاہوں سے گزرے، پیران عظام کی صحبت وبرکت کا خوب صورت منظر دیکھا گیا، اس کی جھلک بھی محسوس کریں گے۔ آٹھویں عرس تاج الشریعہ علیہ الرحمہ کے بابرکت اور بافیض موقع پر خراج عقیدت کے طور پر یہ تھوڑی سی کوشش کی ہے جس پر تین مستند علمائے کرام کے دعائیہ کلمات بھی شامل کتاب ہیں، غرض یہ کتاب اہل راجستھان کے لئے بالخصوص اور اہل ہند کے لئے بالعموم ایک گراں قدر تحفہ سے کم نہیں، بس کچھ ہی لمحوں میں آپ کی نظروں کے سامنے ہونے والی ہے۔

طالب دعا محمد اسلم رضا قادری اشفاقی

از: مولانا انیس الرحمن حنفی رضوی *

نکاح! نسل انسانی کی بقا کا ضامن

انسانی تاریخ کے طویل اور پیچیدہ سفر پر اگر غور کیا جائے تو یہ حقیقت پوری قوت کے ساتھ ابھر کر سامنے آتی ہے کہ انسان نے جس لمحے فطرت سے بغاوت کی، وہ لمحہ دراصل اس کے زوال کا نقطۂ آغاز بن گیا۔ تہذیبیں عروج پر پہنچیں، علوم وفنون نے ترقی کی، طاقت اور دولت کے انبار لگے، مگر جب خاندانی نظام کمزور ہوا تو وہی تہذیبیں رفتہ رفتہ مٹ گئیں۔

اس حقیقت کو سمجھنے کے لیے کسی فلسفیانہ موشگافی یا جدید سماجی تھیوری کی ضرورت نہیں، بلکہ خود انسانی تاریخ اس کی سب سے بڑی گواہ ہے، خاندان انسانی معاشرے کی پہلی اکائی ہے اور خاندان کی بنیاد نکاح پر قائم ہے، نکاح وہ مضبوط ستون ہے جس پر انسانی بقا، اخلاقی استحکام اور تہذیبی تسلسل کی عمارت کھڑی ہے۔ اگر یہ ستون متزلزل ہو جائے تو محض خاندان ہی نہیں، بلکہ پوری نسل خطرے میں پڑ جاتی ہے۔

یہی وجہ ہے کہ تمام الہامی ادیان، بالخصوص اسلام نے نکاح کو محض ایک سماجی رسم نہیں بلکہ ایک مقدس، ذمہ دارانہ اور ہمہ گیر نظام کے طور پر پیش کیا ہے۔ اسلام نے انسان کو حیوانی خواہشات سے آزاد نہیں چھوڑا، نہ ہی رہبانیت کی طرف دھکیلا، بلکہ فطرت اور شریعت کے حسین امتزاج کے ذریعے نکاح کو وہ مقام عطا کیا جو نسلِ انسانی کی بقا کا حقیقی ضامن بن جاتا ہے، یہی نکتہ اس مضمون کی فکری اساس ہے کہ نکاح محض فرد کی تسکین نہیں، بلکہ انسانیت کے مستقبل کی ضمانت ہے۔

انسان کو اللہ تعالیٰ نے صرف زندہ رہنے کے لیے پیدا نہیں کیا، بلکہ اس کے ذمے زمین پر ایک منظم، باوقار اور اخلاقی زندگی قائم کرنے کی ذمہ داری رکھی ہے۔ اس مقصد کے لیے ضروری تھا کہ انسانی نسل نہ صرف باقی رہے بلکہ پاکیزہ، واضح النسب اور با کردار ہو۔ یہی وہ مقام ہے جہاں نکاح کا تصور محض ذاتی معاملہ نہیں رہتا بلکہ اجتماعی، تہذیبی اور اخلاقی فریضہ بن جاتا ہے۔ قرآن مجید جب انسان کی تخلیق کا ذکر کرتا ہے تو اسے زوجیت کے اصول سے جوڑ دیتا ہے:

"يَا أَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوا رَبَّكُمُ الَّذِي خَلَقَكُم مِّن نَّفْسٍ وَاحِدَةٍ وَخَلَقَ مِنْهَا زَوْجَهَا وَبَثَّ مِنْهُمَا رِجَالًا كَثِيرًا وَنِسَاءً۔ (النساء:1) ترجمہ: اے لوگو! اپنے رب سے ڈرو جس نے تم سب کو ایک جان سے پیدا کیا اور اسی سے اس کا جوڑا بنایا اور ان دونوں سے بہت سے مرد اور عورتیں پھیلا دیں۔"

یہ آیت محض تخلیقِ انسانی کا بیان نہیں بلکہ اس حقیقت کا اعلان ہے کہ نسلِ انسانی کا پھیلاؤ، بقا اور نظم زوجیت کے بغیر ممکن نہیں اور زوجیت کا شرعی و مہذب نام نکاح ہے۔ نکاح دراصل فطرتِ انسانی کا جواب ہے۔ انسان محبت چاہتا ہے، انس چاہتا ہے، نسل چاہتا ہے اور تسلسل چاہتا ہے۔ اگر ان تمام خواہشات کو بغیر ضابطے کے چھوڑ دیا جائے تو نتیجہ انتشار، بے راہ روی اور اخلاقی انحطاط کے سوا کچھ نہیں نکلتا۔

اسلام نے انہی فطری میلانات کو ایک پاکیزہ، ذمہ دار اور نتیجہ خیز دائرے میں بند کیا، تاکہ خواہش بھی پوری ہو اور انسانیت بھی محفوظ رہے۔ رسولِ اکرم ﷺ نے نکاح کو اپنی سنت قرار دے کر اس کی حیثیت کو مزید واضح فرما دیا:

"النِّكَاحُ مِنْ سُنَّتِي فَمَنْ رَغِبَ عَنْ سُنَّتِي فَلَيْسَ مِنِّي۔ (سنن ابن ماجہ) ترجمہ: نکاح میری سنت ہے اور جس نے میری سنت سے منہ موڑا وہ مجھ سے نہیں۔"

یہ حدیث نکاح کو محض ایک اجازت نہیں بلکہ ایک دینی ترجیح قرار دیتی ہے، کیونکہ سنت رسول ﷺ کا مقصد فرد کی

* مضمون نگار جامعہ خوشتر رضائے فاطمہ گرلس اسکول سوار ضلع رامپور کے استاذ ہیں۔

اصلاح کے ساتھ ساتھ امت اور نسل کی حفاظت بھی ہے۔ نسلِ انسانی کی بقا کا مسئلہ صرف پیدائش تک محدود نہیں۔ اصل مسئلہ نسب، شناخت، تربیت اور ذمہ داری کا ہے۔

زنا، آزاد تعلقات اور غیر شرعی روابط اگرچہ وقتی لذت فراہم کر سکتے ہیں، مگر وہ ایسی نسل کو جنم دیتے ہیں جو شناخت کے بحران، نفسیاتی الجھنوں اور اخلاقی محرومی کا شکار ہوتی ہے، یہی وجہ ہے کہ اسلام نے زنا کو صرف حرام نہیں کہا بلکہ اس کے قریب جانے سے بھی منع فرمایا:

"وَلَا تَقْرَبُوا الزِّنٰۤی اِنَّهٗ كَانَ فَاحِشَةً وَسَآءَ سَبِیْلًا۔ (الإسراء:32) ترجمہ: اور زنا کے قریب بھی نہ جاؤ، بے شک وہ بے حیائی ہے اور بہت ہی برا راستہ ہے۔"

یہ ممانعت دراصل نسلِ انسانی کے تحفظ کی ممانعت ہے، کیونکہ زنا نسب کو مشتبہ، خاندان کو غیر مستحکم اور معاشرے کو بے بنیاد بنا دیتا ہے۔ نکاح کے ذریعے پیدا ہونے والی نسل صرف جسمانی وجود نہیں رکھتی بلکہ ایک مکمل اخلاقی اور سماجی شناخت کے ساتھ پروان چڑھتی ہے۔ باپ کی سرپرستی، ماں کی آغوش، گھر کا نظم اور خاندان کی ذمہ داری یہ سب عناصر مل کر ایک صحت مند انسان تیار کرتے ہیں۔ اسی لیے رسول اللہ ﷺ نے خاندان کے نظام میں ذمہ داری کو بنیادی حیثیت دی:

"كُلُّكُمْ رَاعٍ وَكُلُّكُمْ مَسْئُولٌ عَنْ رَعِيَّتِهِ۔ (صحیح البخاری، صحیح مسلم) ترجمہ: تم میں سے ہر ایک نگہبان ہے اور ہر ایک سے اس کی رعیت کے بارے میں پوچھا جائے گا۔"

یہ حدیث واضح کرتی ہے کہ نکاح صرف رشتہ نہیں بلکہ امانت ہے اور یہ امانت نسل کی صورت میں اگلی نسل کو منتقل ہوتی ہے۔ عصرِ حاضر میں نکاح سے روگردانی دراصل انسانی بقا سے روگردانی ہے۔ شادی کو مشکل بنانا، اسے غیر ضروری قرار دینا اور آزاد تعلقات کو ترقی کا نام دینا وہ فکری زہر ہے جس نے مغربی معاشروں کو خاندانی بحران میں مبتلا کر دیا ہے۔ آج وہاں نسل تو موجود ہے، مگر خاندان نہیں؛ اولاد تو ہے، مگر باپ کی شناخت نہیں؛ آزادی تو ہے، مگر سکون نہیں۔

یہ سب اس حقیقت کا عملی ثبوت ہے کہ نکاح کے بغیر نسل تو پیدا ہو سکتی ہے، مگر محفوظ نہیں رہ سکتی۔ اسلام نے نکاح کو آسان، بابرکت اور قابلِ عمل بنا کر انسانیت کو تباہی سے بچانے کا راستہ دکھایا۔ یہی وہ نظام ہے جو خواہش کو بھی پاکیزہ رکھتا ہے اور نسل کو بھی۔ نکاح دراصل انسانی زندگی کا وہ مرکز ہے جہاں فطرت، شریعت، اخلاق اور تہذیب ایک نقطے پر جمع ہو جاتے ہیں۔

یہ محض دو افراد کے درمیان تعلق کا نام نہیں بلکہ نسلِ انسانی کے مستقبل کا فیصلہ ہے، اسلام نے نکاح کو عبادت کا درجہ دے کر یہ واضح کر دیا کہ نسل کی حفاظت کوئی ثانوی مسئلہ نہیں بلکہ دینی ذمہ داری ہے، اگر انسانیت کو اخلاقی زوال، خاندانی انتشار اور نسلی بحران سے بچانا ہے تو نکاح کے تقدس کو بحال کرنا ہوگا، اسے آسان بنانا ہوگا اور اس کے فطری و شرعی مقام کو دوبارہ سمجھنا ہوگا، کیونکہ نکاح ہی وہ واحد راستہ ہے جو نسل کو پیدا بھی کرتا ہے، سنوارتا بھی ہے اور محفوظ بھی رکھتا ہے۔

□□□

ص ۲۶ / کا بقیہ ....

کو واقف کرائیں، ممکن ہو سکے تو قوم کے ایک دو غریب بچوں کو اپنے ذمے لے لیں اور والدین کو اس بات کا یقین دلائیں کہ ان کے بچوں کی تعلیم و تربیت کے سارے اخراجات یا نصف اخراجات ہم برداشت کریں گے۔

بعد ازاں قوم کے مخیر حضرات سے مل کر ان غریب بچوں کی تعلیمی کفالت کا انتظام کروائیں، بچوں اور نوجوانوں کی اسلامی تعلیم و تربیت پر زیادہ توجہ دینے کی ضرورت ہے۔

آج لاکھوں غریب اور یتیم بچے محض والدین کی غربت و افلاس اور ہماری بے توجہی کے سبب زیورِ تعلیم و تربیت سے آراستہ نہیں ہو پا رہے ہیں۔ غرض کہ مسلم معاشرے میں دینی ماحول اور مذہبی فضا ہموار کرنے کے مختلف طریقے اور انگنت راستے ہیں، بس ان راستوں پر چلنے اور ان طریقوں کو اپنانے کی ضرورت ہے۔

□□□

ص ۶ رکابقیہ...............................

نور کے سایہ کے اندر نظر آتی ہیں، ملائک تو لطیف تر ہیں، نار کے لئے سایہ نہیں بلکہ ہوا کے لئے سایہ نہیں بلکہ عالم نسیم کی ہوا کہ ہوائے بالا سے کثیف تر ہے اس کا بھی سایہ نہیں ورنہ روشنی کبھی نہیں ہوتی بلکہ ہوا میں ہزاروں لاکھوں ذرے اور قسم قسم کے جانور بھرے پڑے ہیں کہ خوردبین سے نظر آتے ہیں اور بعض بے خوردبین کے بھی جبکہ دھوپ کسی بندہ مکان میں روزن سے داخل ہو ان میں کسی کے سایہ نہیں، یہ سب تو قبول کرلیں مگر محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے تن اقدس کی ایسی لطافت کس دل سے گوارا ہو کہ حضور کے لئے سایہ نہ تھا۔

جانے دو یہاں ذروں کی باریکی کا حیلہ لوگے، آسمان میں کیا کہوگے؟ اتنا بڑا جسم عظیم کہ تمام زمین کو محیط اور اس کا ایک ذرا سا ٹکڑا جس میں آفتاب ہے سارے کرہ ارض سے تین سو چھبیس حصے بڑا ہے، اسی کا سایہ دکھا دیجئے، اس کا سایہ پڑتا تو قیامت تک تمہیں دن کا منہ دیکھنا نصیب نہ ہوتا، ہاں ہاں یہی جو نیلگوں چھت ہمیں نظر آتی ہے۔"

(سلسلہ رسائل فتاوی رضویہ، ج:۳۰، ص:۳۷، رسالہ ۷)

احباب قارئین! آپ نے اس اقتباس سے بخوبی جان لیا ہوگا کہ امام اہل سنت فلکیات وا کوان و کوائف کی کس قدر گہری معرفت اور شناسائی رکھا کرتے تھے اور آپ نے اپنے مضبوط استدلال اور انوکھے طرز مقال کے ذریعے اپنے دعویٰ (حضور اکرم صلی اللہ تعالی علیہ وآلہ وسلم کا سایہ نہیں) کو اچھی طرح ثابت کردیا، مزید تفصیل کے لئے امام کے ان نایاب رسائل کا براہ راست مطالعہ کیا جاسکتا ہے۔

ہم اہل سنت کے بنیادی عقائد میں ایک عقیدہ علم غیب بھی ہے جو ہم اہل حق کو فرقہائے باطلہ سے الگ تھلگ اور ممتاز کرتا ہے اور ہماری صداقت ومحبت اور دینی خیرخواہی کا بین ثبوت پیش کرتا ہے چونکہ یہ عقیدہ ظن وتخمین اور توہم پر مبتنی نہیں ہے بلکہ حقائق اور واقعیت پر مشتمل ہے، اس عقیدے پر اعلیٰ حضرت نے ایک نہیں متعدد رسائل تحریر فرمائے ہیں اور ان میں آپ نے عقیدہ مذکورہ کے سارے پہلوؤں پر سیر حاصل بحث فرمائی ہے اور دیابنہ ووہابیہ کے بے محل شک آفرینیوں اور ذہنی خرابیوں کا بھرپور ازالہ فرمایا ہے، عام طور سے مخالفین ان آیات واحادیث کو اپنے عقیدہ انکار علم غیب میں پیش کرتے ہیں جن میں بندوں سے علم غیب ذاتی ومحیط کا انکار ہے نا کہ عطائی کا مگر یہ بد باطن لوگ" نؤمن ببعض ونکفر ببعض" کے بموجب عوام اہل سنت کو مغالطے میں ڈالتے ہیں، ذاتی وعطائی محیط وغیر محیط کی تقسیم سے مکمل صرف نظر کرتے ہیں جبکہ ہمارے اسلاف واخلاف نے اپنی کتب معتبرہ میں اس تقسیم کا ذکر کیا ہے چونکہ اس کے بغیر بندوں کے لئے اثبات علم عطائی والی آیات اور غیر خدا سے انکار علم ذاتی والی آیات کا سمجھنا ناممکن ومحال ہے، امام اہل سنت اسی مسئلہ کی عقدہ کشائی کرتے ہوئے اپنی تصنیف لطیف " خالص الاعتقاد" میں فرماتے ہیں:

" مخالفین کو تو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے فضائل کریمہ کی دشمنی نے اندھا بہرا کردیا، انہیں حق نہیں سوجھتا مگر تھوڑی عقل والا سمجھ سکتا ہے کہ یہاں کچھ دشواری نہیں، علم یقیناً ان صفات میں سے ہے کہ غیر خدا کو بعطائے خدا مل سکتا ہے تو ذاتی وعطائی کی طرف اس کا انقسام یقینی، یونہی محیط وغیر محیط کی تقسیم بدیہی، ان میں اللہ عزوجل کے ساتھ خاص ہونے کے قابل صرف ہر تقسیم کی قسم اوّل ہے یعنی علم ذاتی وعلم محیط حقیقی، تو آیات واحادیث واقوال علما جن میں دوسروں کے لئے اثبات علم غیب کا انکار ہے ان میں قطعاً یہی قسمیں مراد ہیں فقہا کہ حکم تکفیر کرتے ہیں انہیں قسموں پر حکم لگاتے ہیں کہ آخر مبنائے تکفیر یہی تو ہے کہ خدا کی صفت خاصہ دوسروں کے لئے ثابت کی۔"

(رسائل فتاویٰ رضویہ، ج29، رسالہ6، ص13-12)

اسی رسالہ میں امام اہل سنت نے نبوت کے ماخذ اشتقاق کی لغوی واصطلاحی تحقیق کرکے یہ بتایا ہے کہ کلمہ نبی کا مادہ اشتقاق خود عقیدہ علم غیب نبوی کا غماز ہے، چنانچہ عربی لغات میں آیا ہے

"النبوة ماخوذه من النبأ وهو الخبر اي ان الله تعالي اطلعه علي غيبه" جس کا صاف وصریح مفاد یہ ہے کہ رب تعالیٰ نے اپنے حبیب اکرم نور مجسم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو علم غیب سے بہرہ ور فرمایا ہے، حضرات انبیا ورسل علیہم السلام تو بہت ارفع واعلیٰ ان حضرات کی امتوں کے اولیائے کرام بھی ان ہی کے تصدق بعض علوم غیبیہ کے واقف کار ہیں، جیسا کہ شیر خدا داماد پیغمبر حضرت مولائے کائنات رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک موقع پر فرمایا:

"سلوني قبل أن تفقدوني فإني لا أسأل عن شي دون العرش الا اخبرت عنه۔ مجھ سے سوال کرو قبل اس کے کہ مجھے نہ پاؤ کہ عرش کے نیچے جس کسی چیز کو مجھ سے پوچھا جائے میں بتادوں گا۔"

عرش کے نیچے کرسی، ہفت آسمان اور آسمانوں اور زمینوں کے درمیان جو کچھ ہے تحت الثری تک سب داخل ہے، مولیٰ علی فرماتے ہیں کہ اس سب کو میرا علم محیط ہے، ان میں جو شے مجھ سے پوچھو میں بتادوں گا، رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔" (حوالہ مذکورہ، ص 34-33)

قارئین کرام! اعلیٰ حضرت امام اہل سنت کے علم ومعرفت کے بحر ناپیدا کنار سے ایسے بے شمار گوہر آبدار نکالے جاسکتے ہیں، بس ذوق مطالعہ اور فکر سلیم کی حضوری لازم ہے، ہم نے اپنی بساط بھر مقالہ کی وسعت کے پیش نظر دو چند نکتہ آفریں تحقیقات نذر قارئین کردیں، جو نتیجہ اخذ کرنے اور امام کی تبحر علمی اور فقہی بصیرت کو سمجھنے کے لئے کافی وافی ہیں۔ رب تعالیٰ ہم کو سب امام کی تعلیمات سے ہمیشہ مالا مال رکھے اور مسلک امام پر ہی موت نصیب فرمائے، آمین یارب العالمین بجاہ سید المرسلین صلی اللہ علیہ والہ وسلم۔

□□□

ص ۱۷ / کا بقیہ ....

علیہ وسلم کا موئے مبارک جب جسم اطہر سے جدا ہوتا تو اس کے حاصل کرنے کے لیے صحابۂ کرام (رضی اللہ تعالیٰ عنہم) جلدی فرماتے، جب آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم گفتگو فرماتے تو آپ کے سامنے وہ اپنی آوازیں پست رکھتے ہیں اور ازراہ ادب واحترام وتعظیم آپ کی طرف نگاہ اٹھا کر نہیں دیکھتے، جب عروہ ابن مسعود قریش کے پاس واپس آیا تو اس نے صحابۂ کرام (رضی اللہ تعالیٰ عنہم) کے حالات کی رپورٹ پیش کرتے ہوئے بڑی سچائی سے کام لیا اور کہا:

"یا معشر قریش انی جئت کسریٰ فی ملکه و قیصر فی ملکه والنجاشی فی ملکه وانی والله ما رأیت ملکا فی قوم قط مثل محمد فی اصحابه۔ اے گروہِ قریش! میں کسریٰ (یعنی: شاہِ فارس) قیصر (یعنی: شاہِ روم) اور نجاشی (یعنی: شاہِ حبشہ) کے پاس ان کی حکومتوں میں گیا ہوں مگر خدا کی قسم! میں کسی بادشاہ کو اپنی قوم میں اتنا محترم ومکرم ومعظم نہیں دیکھا جس قدر محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) اپنے صحابہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہم) میں معظم ومکرم ہیں۔"

دوسری روایت میں ہے کہ عروہ ابن مسعود نے کہا کہ میں نے ایسی قوم دیکھی ہے جو کسی بھی حال میں محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کو نہیں چھوڑے گی، جس نبی (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کے جسم پاک کا غسالہ صحابہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہم) کی نظر میں آبِ حیات سے کم نہ ہو، سراپا نبی (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کی ذات ان کی نظر میں کتنی محترم ہوگی، اس لیے تو اعلیٰ حضرت عظیم البرکت مجدد دین وملت شاہ امام احمد رضا خاں فاضل بریلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: ؎

جن کے تلووں کا دھوون ہے آبِ حیات
ہے وہ جانِ مسیحا ہمارا نبی

(منصب رسالت کا ادب واحترام، ص ۲۷–۲۸ بحوالہ شفا شریف جلد دوم، ص ۳۹)

مغیرہ بن شعبہ نے فرمایا کہ صحابۂ کرام کا معمول یہ تھا کہ وہ کاشانۂ نبوت پر حاضر ہوتے تو فرط ادب سے دروازہ ناخنوں سے کھٹکھٹاتے تھے، براء ابن عازب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ بہت بار ایسا ہوا کہ میں کوئی بات حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے معلوم کرنا چاہتا تو مدت تک موقع کی تلاش میں رہتا تھا لیکن ہیبت کی وجہ سے دریافت نہ کرسکتا تھا اور اس میں برسوں گزر جاتے تھے۔ (کتاب الشفاء، جلد دوم، ص ۸۷–۸۸)

□□□

(از: مولانا محمد شریف الحق رضوی*

آدابِ بارگاہِ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

بارگاہِ رسالت مآب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں ازراہِ ادب واحترام پست آواز سے بات کرنے والوں کے لیے مژدۂ جانفزا، چنانچہ ارشادِ خداوندی ہے:

"اِنَّ الَّذِیۡنَ یَغُضُّوۡنَ اَصۡوَاتَہُمۡ عِنۡدَ رَسُوۡلِ اللّٰہِ اُولٰٓئِکَ الَّذِیۡنَ امۡتَحَنَ اللّٰہُ قُلُوۡبَہُمۡ لِلتَّقۡوٰی لَہُمۡ مَّغۡفِرَۃٌ وَّ اَجۡرٌ عَظِیۡمٌ۔ (پارہ،۲۶/سورۂ حجرات، آیت ۳) ترجمہ: بے شک وہ جو اپنی آوازیں پست کرتے ہیں رسول اللہ کے پاس، وہ ہیں جن کا دل اللہ نے پرہیز گاری کے لیے پرکھ لیا، ان کے لیے بخشش اور بڑا ثواب ہے۔" (کنزالایمان)

صدرالافاضل حضرت علامہ سید نعیم الدین مرادآبادی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اس آیت کریمہ کی شانِ نزول بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ آیتِ کریمہ: یٰۤاَیُّهَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا لَا تَرۡفَعُوۡۤا اَصۡوَاتَکُمۡ۔ کے نازل ہونے کے بعد ازراہِ ادب حضرت ابوبکر صدیق وعمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہما اور بعض اور صحابہ نے بہت احتیاط لازم کرلی اور خدمتِ اقدس میں بہت ہی پست آواز سے عرض معروض کرتے ان حضرات کے حق میں یہ نازل ہوئی۔

بارگاہِ رسالت مآب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وہ عظیم بارگاہِ ادب واحترام ہے کہ آدابِ گفتگو سے متعلق آیت کریمہ نازل ہونے کے بعد حضرت سیدنا صدیق اکبر وعمر فاروقِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہما اور بعض دیگر صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے احتیاط کا یہ حال تھا کہ جب بھی حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے یہ حضرات گفتگو کرتے تو بہت ہی پست آواز سے کہ کہیں آواز بلند نہ ہوجائے، صحابۂ کرام کے ادب واحترام کی بنا پر اس آیتِ کریمہ میں ان کے دل کی پرہیز گاری کا ذکر اور ان کے لیے مغفرت و اجر عظیم کا وعدہ فرمایا گیا۔

حضرت اسامہ بن شریک رضی اللہ تعالیٰ عنہ بارگاہِ رسالت مآب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں صحابۂ کرام (رضوان اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین) کے بیٹھنے کے آداب کا تذکرہ کرتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں:

"جس وقت حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کلام فرماتے تھے، تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بارگاہ میں بیٹھنے والے صحابہ اس طرح سر جھکا کر خاموشی اور سکون کے ساتھ بیٹھے رہتے تھے کہ گویا ان کے سروں پر پرندے بیٹھے ہوئے ہیں۔"

(منصبِ رسالت کا ادب واحترام، ص ۳۴)

شفا شریف میں علامہ قاضی عیاض مالکی رضی اللہ تعالیٰ عنہ یہ روایت بیان فرماتے ہیں کہ "صلح حدیبیہ" کے سال قریش نے عروہ بن مسعود جیسے ذہین وفطین اور جہاں دیدہ شخص کو حضور نبی اکرم نور مجسم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بارگاہ میں اس غرض سے بھیجا کہ وہ وہاں جا کر مسلمانوں کے حالات کا پتہ لگائیں، عروہ ابن مسعود نے وہاں پہنچ کر صحابۂ کرام سے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی جو بے پناہ تعظیم وتوقیر دیکھی، اس نے انہیں عالم حیرت میں ڈال دیا، انہوں نے دیکھا کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جب وضو فرماتے ہیں تو صحابہ کرام (رضی اللہ تعالیٰ عنہم) وضو سے ٹپکے ہوئے پانی کو حاصل کرنے کے لیے ایک دوسرے پر سبقت کرتے ہیں، حتیٰ کہ بسا اوقات قریب ہوتا کہ وضو کا پانی نہ ملنے کے سبب آپس میں لڑ پڑیں۔

عروہ ابن مسعود نے دیکھا کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جب تھوکتے یا ناک صاف فرماتے ہیں، تو صحابۂ کرام (رضی اللہ تعالیٰ عنہم) ان رطوبتوں کو ہاتھوں میں لے کر اپنے چہرے پر ملتے ہیں، اسی طرح حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ بقیہ ص ۱۶/ پر

* مضمون نگار دارالعلوم نوریہ رضویہ رسول گنج عرف کوئلی ضلع سیتامڑھی بہار کے استاذ ہیں۔

از: مولانا خلیل احمد فیضانی*

کِرن کِرن سورج! نغماتِ قرآن

عالمی سطح پر اور بالخصوص وطن عزیز کے حالات قدرے ناساز ہیں، وثنیت کے علم بردار آئے دن مسلمانوں اور مسلم عبادت گاہوں پر شبِ خون مار رہے ہیں؛ کہیں کوئی جرم ہوتا ہے تو شک کی سوئی سیدھے مسلمانوں کی طرف گھوم جاتی ہے کاف شین نظام بڑے منظم طریقۂ کار کے ساتھ مسلمانوں کے درپے ہے اور انہیں زندگی کے ہر موڑ پر پسپا کر دینا چاہتا ہے؛ تاہم ہمیں ایسے حالات میں بھی یاسیت کا شکار نہیں ہونا چاہیے بلکہ حوصلہ وہمت کا بھر پور مظاہرہ کرنا چاہیے۔

زندگی میں حالات اوپر نیچے ہوتے رہتے ہیں مگر ہمیں آخری سانس تک دین اسلام پر استقامت کے ساتھ ڈٹے رہ کر باطل سے نبرد آزما ہونا ہے اور اگر حالات کا مقابلہ کرتے کرتے کبھی حوصلہ پست ہونے لگے یا سانس بیٹھنے لگے تو مندرجہ ذیل آیات کو بار بار پڑھیں جی ہاں، بار بار! لاریب! قرآن حکیم کی یہ آیات ہمیں امید کی ایک نئی کرن فراہم کرتی ہیں، مثبت فکر اور رجائیت کی ترغیب دیتی ہیں اور دیدہ ودل کو ایقان واذعان سے مالا مال کر دیتی ہیں۔

1 "لَا تَدْرِي لَعَلَّ اللّٰهَ يُحْدِثُ بَعْدَ ذٰلِكَ أَمْرًا۔ تم نہیں جانتے، شاید اللہ اس کے بعد کوئی نیا معاملہ پیدا کر دے۔"

2 "وَلَسَوْفَ يُعْطِيكَ رَبُّكَ فَتَرْضٰى۔ اور تمہارا رب تمہیں اتنا دے گا کہ تم خوش ہو جاؤ گے۔"

3 "إِنَّ مَعَ الْعُسْرِ يُسْرًا۔ بے شک ہر تنگی کے ساتھ آسانی ہے۔"

4 "لَا تَحْزَنْ إِنَّ اللّٰهَ مَعَنَا۔ غم نہ کرو، اللہ ہمارے ساتھ ہے۔"

5 "وَعَسٰى أَن تَكْرَهُوا شَيْئًا وَهُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ وَعَسٰى أَن تُحِبُّوا شَيْئًا وَهُوَ شَرٌّ لَّكُمْ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ وَأَنتُمْ لَا تَعْلَمُونَ۔ شاید تم کسی چیز کو ناپسند کرو اور وہ تمہارے لیے بہتر ہو اور شاید تم کسی چیز کو پسند کرو اور وہ تمہارے لیے بُری ہو اور اللہ جانتا ہے اور تم نہیں جانتے۔"

6 "وَاصْبِرْ لِحُكْمِ رَبِّكَ فَإِنَّكَ بِأَعْيُنِنَا۔ اور اپنے رب کے حکم کا صبر سے انتظار کرو، بے شک تم ہماری نظر میں ہو۔"

7 "وَقَالَ رَبُّكُمُ ادْعُونِي أَسْتَجِبْ لَكُمْ۔ اور تمہارے رب نے کہا ہے کہ مجھ سے دعا کرو، میں تمہاری دعا قبول کروں گا۔"

8 "أَمَّن يُجِيبُ الْمُضْطَرَّ إِذَا دَعَاهُ وَيَكْشِفُ السُّوءَ۔ کون ہے جو بے کس کی فریاد سنتا ہے جب وہ اسے پکارتا ہے اور اس کی تکلیف دور کرتا ہے؟"

9 "إِنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ۔ بے شک اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے۔"

10 "وَهُوَ عَلَيَّ هَيِّنٌ۔ اور یہ اللہ کے لیے آسان ہے۔"

11 "وَأَلَّفَ بَيْنَ قُلُوبِهِمْ لَوْ أَنفَقْتَ مَا فِي الْأَرْضِ جَمِيعًا مَّا أَلَّفْتَ بَيْنَ قُلُوبِهِمْ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ أَلَّفَ بَيْنَهُمْ إِنَّهُ عَزِيزٌ حَكِيمٌ۔ اور ان کے دلوں کو جوڑ دیا، اگر تم زمین میں جو کچھ ہے خرچ کر دیتے تو بھی ان کے دلوں کو نہیں جوڑ سکتے تھے، لیکن اللہ نے انہیں جوڑ دیا، بے شک وہ غالب حکمت والا ہے۔"

12 "وَعَسٰى أَن تَكْرَهُوا شَيْئًا وَيَجْعَلَ اللّٰهُ فِيهِ خَيْرًا كَثِيرًا۔ شاید تم کسی چیز کو ناپسند کرو اور اللہ اس میں بہت زیادہ بھلائی رکھ دے۔"

13 "وَلَا تَخَافِي وَلَا تَحْزَنِي۔ نہ خوف کرو اور نہ غمگین ہو۔"

14 "وَلَا تَيْأَسُوا مِن رَّوْحِ اللّٰهِ إِنَّهُ لَا يَيْأَسُ مِن رَّوْحِ اللّٰهِ

اسلامیات

* مضمون نگار دار العلوم فیضان اشفاق جودھ پور راجستھان کے استاذ ہیں۔

إِلَّا الْقَوْمُ الْكَافِرُونَ۔ اور اللہ کی رحمت سے مایوس نہ ہو، بیشک اللہ کی رحمت سے کافر لوگ ہی مایوس ہوتے ہیں۔"

15 "قُلْ يَا عِبَادِيَ الَّذِينَ أَسْرَفُوا عَلَىٰ أَنفُسِهِمْ لَا تَقْنَطُوا مِن رَّحْمَةِ اللَّهِ۔ کہہ دو: اے میرے بندو جنہوں نے اپنی جانوں پر زیادتی کی، اللہ کی رحمت سے ناامید نہ ہو۔"

16 "فَصَبْرٌ جَمِيلٌ وَاللَّهُ الْمُسْتَعَانُ عَلَىٰ مَا تَصِفُونَ۔ پس بہترین صبر ہے اور اللہ ہی سے مدد طلب کرنی چاہیے اس پر جو تم بیان کرتے ہو۔"

17 "وَإِذَا سَأَلَكَ عِبَادِي عَنِّي فَإِنِّي قَرِيبٌ أُجِيبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ إِذَا دَعَانِ۔ اور جب میرے بندے میرے بارے میں تم سے پوچھیں، تو میں قریب ہوں، میں دعا کرنے والے کی دعا قبول کرتا ہوں جب وہ مجھے پکارتا ہے۔"

18 "وَأُفَوِّضُ أَمْرِي إِلَى اللَّهِ إِنَّ اللَّهَ بَصِيرٌ بِالْعِبَادِ۔ اور میں اپنے معاملات اللہ کے سپرد کرتا ہوں، بے شک اللہ اپنے بندوں کو دیکھ رہا ہے۔"

19 "فَنَادَىٰ فِي الظُّلُمَاتِ أَن لَّا إِلَٰهَ إِلَّا أَنتَ سُبْحَانَكَ إِنِّي كُنتُ مِنَ الظَّالِمِينَ فَاسْتَجَبْنَا لَهُ وَنَجَّيْنَاهُ مِنَ الْغَمِّ وَكَذَٰلِكَ نُنجِي الْمُؤْمِنِينَ۔ پھر اُس نے اندھیروں میں پکارا: تیرے سوا کوئی معبود نہیں، تو پاک ہے، بے شک میں ظالموں میں سے ہوں۔ ہم نے اس کی دعا قبول کی اور اسے غم سے نجات دی اور ہم اسی طرح مومنوں کو نجات دیتے ہیں۔"

20 "وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْإِنسَانَ وَنَعْلَمُ مَا تُوَسْوِسُ بِهِ نَفْسُهُ وَنَحْنُ أَقْرَبُ إِلَيْهِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِيدِ۔ اور ہم نے انسان کو پیدا کیا اور ہم جانتے ہیں جو اس کے دل میں وسوسے آتے ہیں اور ہم اس کی رگِ جان سے بھی زیادہ قریب ہیں۔"

21 "إِن يَنصُرْكُمُ اللَّهُ فَلَا غَالِبَ لَكُمْ ۔ اگر اللہ تمہاری مدد کرے تو کوئی تم پر غالب نہیں آسکتا۔"

22 "أَلَيْسَ اللَّهُ بِكَافٍ عَبْدَهُ۔ کیا اللہ اپنے بندے کے لیے کافی نہیں ہے؟"

23 "رَبِّ إِنِّي مَسَّنِيَ الضُّرُّ وَأَنتَ أَرْحَمُ الرَّاحِمِينَ۔ اے میرے رب! مجھے تکلیف پہنچی ہے اور تو سب سے زیادہ رحم کرنے والا ہے۔"

24 "إِنَّمَا أَمْرُهُ إِذَا أَرَادَ شَيْئًا أَن يَقُولَ لَهُ كُن فَيَكُونُ۔ اس کا حکم تو بس یہ ہے کہ جب وہ کسی چیز کا ارادہ کرتا ہے تو کہتا ہے "ہوجا" اور وہ ہوجاتی ہے۔"

25 "ثُمَّ قَسَتْ قُلُوبُكُم مِّن بَعْدِ ذَٰلِكَ فَهِيَ كَالْحِجَارَةِ أَوْ أَشَدُّ قَسْوَةً۔ پھر اس کے بعد تمہارے دل سخت ہو گئے، جیسے پتھر یا اس سے بھی زیادہ سخت۔"

26 "فَقُلْتُ اسْتَغْفِرُوا رَبَّكُمْ إِنَّهُ كَانَ غَفَّارًا يُرْسِلِ السَّمَاءَ عَلَيْكُم مِّدْرَارًا۔ پھر میں نے کہا: اپنے رب سے معافی مانگو، بے شک وہ بہت زیادہ معاف کرنے والا ہے، وہ تم پر بارش برسائے گا۔"

27 "قُل لَّن يُصِيبَنَا إِلَّا مَا كَتَبَ اللَّهُ لَنَا هُوَ مَوْلَانَا وَعَلَى اللَّهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُونَ۔ کہہ دو: ہمیں کچھ بھی نہیں پہنچ سکتا سوائے اس کے جو اللہ نے ہمارے لیے لکھ دیا ہے، وہ ہمارا مالک ہے اور مومنوں کو اللہ ہی پر بھروسہ کرنا چاہیے۔"

28 "رَبِّ لَا تَذَرْنِي فَرْدًا وَأَنتَ خَيْرُ الْوَارِثِينَ۔ اے میرے رب! مجھے تنہا نہ چھوڑ اور تو بہترین وارث ہے۔"

29 "أَلَا بِذِكْرِ اللَّهِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوبُ۔ جان لو کہ اللہ کے ذکر سے دلوں کو سکون ملتا ہے۔"

30 "رَبِّ إِنِّي لِمَا أَنزَلْتَ إِلَيَّ مِنْ خَيْرٍ فَقِيرٌ۔ اے میرے رب! جو بھی بھلائی تو نے مجھ پر نازل کی ہے، میں اس کا محتاج ہوں۔"

31 "هَلْ جَزَاءُ الْإِحْسَانِ إِلَّا الْإِحْسَانُ۔ کیا نیکی کا بدلہ نیکی کے سوا کچھ اور ہوسکتا ہے؟"

32 "إِنَّمَا أَشْكُو بَثِّي وَحُزْنِي إِلَى اللَّهِ۔ میں اپنا دکھ اور غم اللہ ہی سے بیان کرتا ہوں۔"

33 "وَلَمْ أَكُن بِدُعَائِكَ رَبِّ شَقِيًّا۔ اور اے میرے رب! میں تیری دعا مانگنے میں کبھی محروم نہیں رہا۔"

□□□

از: سید مبارک امجدی ضیائی*

زکوٰۃ! روح کی طہارت اور مال کی برکت

زکوٰۃ اسلام کے ان بنیادی ارکان میں سے ہے جن پر پوری عمارتِ دین قائم ہے، ایمان کے بعد نماز اور نماز کے بعد زکوٰۃ کا ذکر قرآنِ کریم میں بار بار اس لیے آیا ہے کہ یہ محض مال کا ٹیکس نہیں بلکہ دل کی پاکیزگی، معاشرے کی اصلاح اور اللہ کی خوشنودی کا ذریعہ ہے، زکوٰۃ کی فرضیت انسان کو یہ سبق دیتی ہے کہ مال حقیقی معنوں میں کسی کا اپنا نہیں، بلکہ اللہ تعالیٰ کی عطا ہے اور وہی مالکِ حقیقی ہے، انسان صرف اس کا امین ہے۔

جب اللہ نے مال عطا فرمایا تو اس میں ایک حصہ غریبوں، مسکینوں، یتیموں، بے سہارا لوگوں اور معاشرے کے کمزور طبقوں کے نام رکھا، تاکہ ایک مسلمان کبھی بھی اپنے مال کو صرف اپنا نہ سمجھے بلکہ اس کی تقسیم میں اللہ کے مقرر کردہ حقوق کا خیال رکھے۔ یہی وجہ ہے کہ قرآن نے زکوٰۃ کو ایمان کی علامت قرار دیا اور اس کے ادا نہ کرنے پر سخت وعیدیں بھی سنائیں، کیونکہ یہ فریضہ ادا نہ کرنے والا صرف غریبوں کا حق نہیں کھاتا بلکہ اللہ کے حکم کی خلاف ورزی بھی کرتا ہے اور اپنے مال کو وبال اور بدنصیبی کا ذریعہ بنا دیتا ہے۔

زکوٰۃ کا فلسفہ یہ ہے کہ معاشرہ ایک جسم کی مانند ہے؛ اگر ایک عضو کمزور رہو تو پورا جسم متاثر ہوتا ہے۔ جب مالدار لوگ اللہ کی راہ میں خرچ کرتے ہیں، تو یہ صرف ضرورت مندوں کی مدد نہیں ہوتی بلکہ اس سے خود صاحبِ مال کے مال میں برکت پیدا ہوتی ہے۔ وہ مال جو اللہ کی راہ میں نکالا جائے وہ کبھی کم نہیں ہوتا، بلکہ صدقہ و خیرات انسان کی زندگی میں وسعت، سکون اور قلبی اطمینان کا باعث بنتا ہے۔

زکوٰۃ کے مصارف قرآن نے خود متعین کیے: فقرا، مساکین، بے روزگار، قرض دار، مسافر، وہ لوگ جن کے پاس گزر بسر کا سامان نہ ہو، دینی راہ میں جدوجہد کرنے والے اور وہ دل جو اسلام کی طرف مائل ہوں۔ یہ تقسیم اس لیے ہے تاکہ نفع صرف ایک طبقے تک محدود نہ رہے بلکہ معاشرے کے ہر اس فرد تک پہنچے جو واقعی محتاج ہو۔

یہ اصول بھی سمجھنے کی ضرورت ہے کہ زکوٰۃ کو کسی فردِ واحد یا تنظیم کے حوالے کرتے وقت اس بات کا اطمینان ضروری ہے کہ اس کے ذریعے مستحقین تک حق صحیح طور پر پہنچے؛ کیونکہ زکوٰۃ اللہ تعالیٰ کا مقدس حکم ہے، اسے لاپرواہی سے یا غلط جگہ صرف کرنا اپنی ذمہ داری کو ضائع کرنا ہے۔ رمضان کے مہینے میں زکوٰۃ دینے کا رواج اس لیے بڑھ جاتا ہے کہ یہ مہینہ اللہ کی رحمتوں، برکتوں اور اجر کے کئی گنا بڑھنے کا مہینہ ہے۔

دلوں کی نرمی، عبادات کا شوق، خیر و برکت کا نزول سب کچھ رمضان میں زیادہ محسوس ہوتا ہے۔ یہ مہینہ گناہوں سے نجات، نفس کے تزکیے، روح کی پاکیزگی اور اللہ کی قربت کا مہینہ ہے، جب بندے کے اندر نیکی کا شوق بڑھتا ہے تو وہ چاہتا ہے کہ اس کے تمام معاملات اللہ کی خوشنودی کے مطابق ہو جائیں، اسی لیے لوگ اسی ماہ میں زکوٰۃ ادا کرنا بہتر سمجھتے ہیں۔

اس کا ایک عملی فائدہ یہ بھی ہے کہ رمضان میں غربت اور ضرورت کے احساسات زیادہ نمایاں ہوتے ہیں اور لوگ افطار، سحر، کپڑوں اور گھریلو ضروریات کے لیے زیادہ پریشان ہوتے ہیں؛ اس وقت دی گئی زکوٰۃ کسی ایک گھر کی نہیں ہزاروں گھروں کی خوشیوں کا سبب بنتی ہے، لیکن یہ خیال بھی ضروری ہے کہ اگر کسی کا نصاب پہلے مکمل ہو چکا ہو تو زکوٰۃ رمضان کا انتظار کیے بغیر بھی ادا کرنا لازم ہے؛ ہاں حساب رمضان میں کرنا سہولت کی وجہ سے مستحسن ہے۔

افسوس کہ آج بہت سے مسلمان زکوٰۃ میں کوتاہی کرتے ہیں، کچھ لوگ اسے چندہ سمجھ لیتے ہیں، کچھ لوگ اس کا حساب غلط

اسلامیات

* مضمون نگار صدر الشریعہ دارالافتاء رانی بنور ضلع ہاویری کرناٹک کے مفتی ہیں۔

لگاتے ہیں، کچھ اس کی ادائیگی کو ٹالتے رہتے ہیں اور کچھ ایسے بھی ہیں جو اپنے مال میں اللہ کا مقرر کردہ حق نکالنے پر تنگ دل ہو جاتے ہیں۔ حالانکہ یاد رکھنے کی بات یہ ہے کہ زکوٰۃ نہ دینے والا صرف غریب کا دشمن نہیں بلکہ اپنے مال اور اپنی آخرت کا بھی دشمن ہوتا ہے۔ زکوٰۃ میں سستی برکتیں سلب کر دیتی ہے، رزق میں تنگی پیدا کرتی ہے، دل کو سخت کر دیتی ہے اور انسان کو بے حسی کے اندھیروں میں دھکیل دیتی ہے، وہ مال جس میں غریب کا حق دبایا جائے وہ کبھی خوشی کا ذریعہ نہیں بنتا، نہ دنیا میں سکون دیتا ہے اور نہ آخرت میں نجات کا ذریعہ بنتا ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ زکوٰۃ ادا کرنے والا اپنے مال کو کم نہیں کرتا بلکہ اللہ کے وعدے کے مطابق اسے بڑھاتا ہے، کیونکہ جو اللہ کی راہ میں خرچ کرتا ہے، اللہ اسے کئی گنا زیادہ عطا فرماتا ہے، اے اہلِ ایمان! سوچو کہ اللہ نے تمہیں کس حال سے نکالا تھا اور کہاں پہنچایا، کیا یہ سب کچھ صرف تمہاری محنت کا نتیجہ ہے؟ اگر اللہ نہ چاہتا تو ایک لمحے میں ساری نعمتیں واپس لے لیتا، آج تمہیں جو کچھ عطا ہے وہ اللہ کی امانت ہے اور اس امانت کو صحیح جگہ پہنچانا تمہاری ذمہ داری ہے۔

غریبوں، یتیموں، بیواؤں، مسکینوں، بے روزگاروں اور قرض کی دلدل میں پھنسے لوگوں کی آنکھوں میں اپنے لیے اللہ کی رحمت کا رزق تلاش کرو، ان کی فریادیں تمہیں اپنی ذمہ داری یاد دلاتی ہیں۔ ان کے دکھ تمہیں اللہ کے حکم کی طرف متوجہ کرتے ہیں، اگر تم اپنی زکوٰۃ صحیح جگہ نہیں پہنچاتے تو یہ صرف ان کا نقصان نہیں بلکہ تمہاری روحانی زندگی کا نقصان ہے، آخر میں اہلِ ایمان کے لیے یہی نصیحت کافی ہے کہ زکوٰۃ کو معمولی نہ سمجھیں۔

یہ فریضہ امت کے اتحاد، معاشرتی توازن، روحانی پاکیزگی اور اخوت و محبت کے فروغ کا سب سے طاقتور ذریعہ ہے، خوش دلی سے ادا کریں، صحیح مصرف ڈھونڈیں، غریبوں کے دکھ سمیٹیں، ان کا حق ان تک پہنچائیں اور اللہ کے نزدیک محبوب بندوں میں شامل ہو جائیں۔ یہ چند روپے شاید آپ کے لیے معمولی ہوں، مگر کسی غریب کے لیے عزتِ نفس کی حفاظت، گھر کی خوشی، بچوں کے چہرے کی مسکراہٹ اور دل کی امید بن سکتے ہیں۔

اپنے دل کو نرم رکھیں، اللہ کے حکم کو یاد رکھیں اور وہ بنیں جن کے بارے میں حدیث میں آیا ہے کہ ''اللہ بندے کی مدد میں ہوتا ہے جب تک بندہ اپنے بھائی کی مدد میں رہے۔'' یہی زکوٰۃ کا حقیقی پیغام ہے محبت، خیر خواہی اور انسانیت کی روشنی سے دنیا کو جگمگانا ہے، حق تعالیٰ ہمیں ادائے زکوٰۃ و اتباع رسول اعظم کی توفیق عطا فرمائے اور مستحقین کا حق ان تک پہنچانے کی توفیق دے، آمین یارب العلمین بجاہ سید المرسلین ﷺ۔

ص ۵۳ / کا بقیہ.........................

اس کو بھی احمد رضا ہی مجھیں ہے قول رضا
پوکھریرہ جا رہا جو حجۃ الاسلام ہے

آرزو ہوں یا وہ حقانی کہ یزدانی میاں
در سے جس کو جو ملا وہ اک بڑا انعام ہے

صاحب سجادہ نے دی ہے جسے سجادگی
ہاں اسی سجادے کا ارشد نظامی نام ہے

عرس رحمانی میں آکر ہے ہوا محسوس یہ
اتحاد اور ایکتائی کا یہ درس عام ہے

اعلیٰ حضرت نے جسے قائم بریلی میں کیا
جامعہ رضویہ وہ تو منظر اسلام ہے

اے محب اعلیٰ حضرت اک نظر فرمائیے
پوکھریرہ در پہ حاضر بندۂ ناکام ہے

شہ مجی یا ولی نے جس کے گھر رکھا قدم
اس کے گھر کا نور افشاں ہر در و دیوار و بام ہے

جس کو سرکار مجی سے ہے نسبت مل گئی
پھر اسے حاصل زمانے میں ہر اک آرام ہے

ہر محبان محبی کو ملا اعلیٰ مقام
اور عداوت کرنے والوں کا برا انجام ہے

چھپنے والی ہے مجی اور ولی کی ہر کتاب
کیا کیا کس نے یہ کہنا اب فقط الزام ہے

آکے دربار مجی میں لگا لے حاضری
جس پہ بھی نعمت مسلط گردش ایام ہے

□□□

اسلامیات

(از: منیب اعوان*

فحش نظری! نوجوان نسل میں پھیلتا ایک ناسور

ان سے ملیے یہ بھائی کالج کے طالب علم ہیں، فیسبک پر شغل فرماتے ہیں اور مسلسل فرماتے ہیں۔ ایک روز سرفنگ کے دوران ڈیٹنگ کی ویب سائٹ کے اشتہار پر نظر پڑی جو کے بار بار دعوت گناہ دے رہی تھی۔ انھوں نے سوچا کہ کیوں نا اس کو بھی آج چیک کیا جائے۔ دو گھنٹے بعد انتہائی شرمندگی اور ڈپریشن کے عالم میں سسٹم آف کیا لیکن ابلیس کا وار کامیاب ہو ہی چکا تھا۔ دو دن بعد یہی کاروائی دہرائی گئی اور آخر کار ان کو بھی پورن دیکھنے (فحش فلمیں دیکھنا) کی لت لگ چکی تھی۔

یہ بھائی دین دار ہیں کسی مدرسے یا مذہبی جماعت کے ساتھ منسلک ہیں۔ ڈیلی موشن یا کسی اور ویب سائٹ پر دوران سرفنگ کسی بیہودہ ویڈیو پر نظر پڑی شیطان نے سرگوشی کی یار دیکھ لو ایک دفعہ سے کیا ہوتا ہے، لیکن اب وہ ایک دفعہ وبال جان بن چکا ہے۔ اللہ سے توبہ بھی روز ہوتی ہے لیکن گناہ ہے کہ پیچھا چھوڑتا نہیں، چہرے پر سنت رسول سجائے باعمل مسلمان بھی اس غلاظت میں گر چکا ہوتا ہے۔ اللہ کریم بڑے ستار ہیں پردہ پوشی فرماتے ہیں لیکن ہم میں سے ہر ایک کو اپنا حال معلوم ہی ہے۔

ان دو مثالوں کے علاوہ متعدد مثالیں ایسی ہیں جو واضح کرتی ہیں دنیا کو گلوبلائز کرنے کا دعوے دار انٹرنیٹ جہاں بہت سارے فائدے لایا ہے وہیں اس کے نقصانات بھی کم نہیں۔ پورنوگرافی (فحش فلمیں دیکھنا) ایک ایسا سنگین مسئلہ ہے جس نے نوجوان نسل کو نا صرف معاشرتی بے راہ روی پر مجبور کیا ہے بلکہ ایک ایسا بھیڑیا بنا دیا ہے جو ہوس پورا کرنے کو ہی اپنا مقصد عین سمجھتا ہے۔

فحش نظری (voyeur) کا شکار عموی طور پر غیر شادی شدہ نوجوان ہوتے ہیں لیکن بڑی عمر کے افراد کی تعداد بھی کچھ قلیل نہیں ہے۔ فحش نظری نامی بدی نے خاندان کے خاندان اجاڑ کر رکھ دیئے ہیں اور ہمارے نوجوان سے قوتِ عمل سلب کر لی ہے۔ (الامارحم ربی)

آئیے سب سے پہلے اس بیماری کا دنیاوی نکتہ نظر سے محاسبہ کرتے ہیں۔ بنیادی طور پر ایک صحت مند معاشرے کو اس برائی نے ایسے جوہڑ میں دھکیلا ہے جس نے نوجوانوں کی صحت کو تباہ کن حد تک خراب کی ہے۔ اطبا کے مطابق یہ غلیظ بیماری اور اس سے پیدا ہونے والی برائیاں انسان کے دل، گردے، دماغ، آنکھیں اور جنسی اعضا کو ناقابل یقین حد تک متاثر کرتی ہیں۔ اسی فیصد بانجھ پن پورنوگرافی اور اس کے نتیجے میں سرزد ہونے والے مضر صحت گناہوں سے پیدا ہوتا ہے۔

وقتی لذت حاصل کرنے کے بعد انسان غصے، شرمساری، ڈیپریشن اور مایوسی کی ملی جلی کیفیات کے ساتھ زندگی کی طرف لوٹتا ہے۔ بے نور چہرے لیے نوجوان اب خلاؤں میں اپنے عہد رفتہ کا عروج تلاش کرتے عملی زندگی سے کوسوں دور نکل چکے ہوتے ہیں، مزید یہ کہ روحانی طور پر انسان کھوکھلا ہو چکا ہوتا ہے، مخالف جنس اس کے لیے ماں، بہن، بیٹی اور بیوی کی بجائے ایک ایسی چیز بن جاتی ہے جس سے صرف ہوس کی آگ بجھائی جا سکے۔

جسمانی نقصان کے علاوہ پورنوگرافی کے روحانی نقصانات بھی بے شمار ہیں۔ پورنوگرافی اور اس کے نتیجے میں سرزد ہونے والے گناہوں سے انسان کا چہرہ ایمان کے نور سے محروم ہو جاتا ہے اور آہستہ آہستہ نیکیوں کی استعداد بھی چھنتی جاتی ہے۔ تقویٰ تو نام ہی پاکیزگی کا ہے اور نفس کی پاکیزگی حقیقی کامیابی کی ضامن ہے۔ بقولہ تعالیٰ" قد افلح من تزکی۔ یعنی جس نے تزکیہ کیا وہ کامیاب ہو گیا۔" سوفحاشی و منکرات سے بچے بغیر پاکیزگی بھلا کیونکر ممکن ہوسکتی ہے، مسلمان کے لیے تو ہدایت کا منبع کتاب اللہ اور

سنت رسول اللہ ﷺ ہی ہے۔

آئیے علم وحی کے نور میں اس صورتِ حال کا جائزہ لیتے ہیں، اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا ارشاد ہے:

"اللہ حکم کرتا ہے انصاف کرنے کا اور بھلائی کرنے کا اور قرابت والوں کے (کو) دینے کا اور منع کرتا ہے بے حیائی سے اور نا معقول کام سے اور سرکشی سے تم کو سمجھاتا ہے تا کہ تم یاد رکھو۔"

اللہ سبحانہ نے اس آیت میں منع تین چیزوں سے کیا: فحشا، منکر، بغی۔ کیونکہ انسان میں یہی تین قوتیں ہیں جن کے بے موقع اور غلط استعمال سے ساری خرابیاں اور برائیاں پیدا ہوتی ہیں۔ "فحشا" سے وہ بے حیائی کی باتیں مراد ہیں جن کا منشا شہوت اور حیوانی خواہشات کی تکمیل ہے۔

پورنوگرافی بھی حیوانی لذات کی چاہ میں زنا کی سیڑھی کے طور پر انسان کا ایمان چوری کرنے کی کوشش کرتی ہے۔ "منکر" ہر وہ نامعقول کام جن پر فطرت سلیمہ اور عقل صحیح انکار کرے سو اس غلیظ برائی کو کون سی عقل صحیح تسلیم کرے گی، "بغی" تو ہے ہی کھلی سرکشی کہ اس غلاظت سے انسان آبرو کا بھوکا درندہ بن جاتا ہے۔

الحاصل آیت میں تنبیہ فرمادی کہ انسان جب تک ان تینوں قوتوں کو قابو میں نہ رکھے اور اللہ کی عطا کردہ عقل کو وحی کے تابع کر کے ان سب پر حاکم نہ بنائے، مہذب اور پاک نہیں ہو سکتا۔ ابن کثم بن صفی نے اس آیت کریمہ کو سن کر اپنی قوم سے کہا" میں دیکھتا ہوں کہ یہ پیغمبر تمام عمدہ اور اعلیٰ اخلاق کا حکم دیتے ہیں اور کمینہ اخلاق اور اعمال سے روکتے ہیں۔ تو تم اس کے ماننے میں جلدی کرو۔ (یعنی تم اس سلسلہ میں سر بنو، دم نہ بنو) حضرت عثمان بن مظعون فرماتے ہیں کہ اسی آیت کو سن کر میرے دل میں ایمان راسخ ہوا اور محمد ﷺ کی محبت جاگزیں ہوئی۔

اس پر مستزاد یہ کہ آقا و مولا ﷺ کے فرامین کی روشنی میں دیکھیں کہ الحیا من الایمان جیسی تنبیہات اور "اگر تم حیا نا کرو تو جو چاہے کرو" جیسی وعید کی روشنی میں ہم اس وقت کہاں کھڑے ہیں، اپنا ایمان اور اس ایمان کے بل پر کھڑی اعمال کی عمارت کو ٹوٹنے کی اشد ضرورت ہے، اب آتے ہیں اس مسئلہ کی جانب کہ اعمال و اسباب کے درجے میں اس غلیظ لت کو ترک کرنے کے لیے کیا اسباب اختیار کیے جائیں کہ تزکیہ نفس ہو جائے اور باحیا و صالح زندگی کی جانب لوٹنا ممکن ہو۔

اوّل یہ انسان اپنے اوپر لازم کر لے کہ کہ نماز با جماعت کسی حال میں بھی چھوٹنے نا پائے، آنکھوں کی ٹھنڈک، دل کی راحت، سارے جسم کا سکون، فواحشات و منکرات کو روکنے والی اور بلاؤں کو ٹالنے کا وسیلہ بننے والی یہی نماز ہی تو ہے۔

دوم یہ کہ انسان اپنی بدعملی پر صدق دل اور امید و رجا کے ساتھ نادم ہو کر مالک کے سامنے جھکے، گڑگڑا کر معصیت سے عافیت کی جانب لوٹنا طلب کرے کہ حقیقی قبولیت تو رب کی بارگاہ سے ہی ممکن ہے۔ دلوں کا چین اللہ کے ذکر میں ہے اور ذکر اللہ کی عادت عموماً اہل اللہ کی صحبت سے ہی نصیب ہوتی ہے سو انسان ذکر اللہ اور صحبت اہل اللہ کو اپنا شعار بنائے، جتنے بھی گناہ ہو جائیں انسان نیکی کے کام اس سے بڑھ کر جاری رکھے کہ نیکیاں گناہوں کو مٹا دیتی ہیں۔

پھر یہ کہ انسان حتی الوسع سکرینی زندگی ترک کر کے حقیقی زندگی کی جانب لوٹے، کسی بھی قسم کی سکرین (لیپ ٹاپ، موبائل، ٹی وی وغیرہ) سے ممکن حد تک اجتناب برتے اور غیر ضروری تو قریب بھی نا پھٹکنا چاہیے۔ کھانے پینے کے اوقات اور روزمرہ کی روٹین کو اعتدال پر لایا جائے، محدود مدت کے لئے خلوت میں بیٹھنا ترک کر دے، باوضو رہنے کی عادت ڈالیے اور اپنی بساط میں مشتبہ اور مشکوک چیزوں کو بھی چھوڑ دینا چاہیے کیونکہ مشتبہات اکثر اوقات حرام کا دروازہ ثابت ہوتی ہیں۔

آخری و حتمی بات! مسلمان ہیں حیا کو ایمان کا جزو لاینفک جانتے مانتے ہوئے ہمت کریں، اللہ پر توکل کرتے ہوئے آگے بڑھیں اور ابلیس کی مکاری کا جرات سے مقابلہ کیجئے اور یاد رکھیے کہ باحیا زندگی ہی دنیوی و اخروی کامیابی کی ضامن ہے۔

□□□

از: محمد تحسین رضا نوری*

شراب و دیگر منشیات اور مسلمانوں کا مستقبل

فیشن کے نام پر ہو رہی حرام کاریاں دن بدن بڑھتی جا رہی ہیں، جو کام زمانۂ قدیم میں لوگ سخت گناہ تصور کرتے تھے آج وہ سارے اعمال فخریہ طور پر بہ نسبت دستورِ زمانہ سرانجام دیئے جاتے ہیں۔ نوجوان نسلیں شراب، بیئر اور الکحل پینے کی عادی ہو چکی ہیں۔ ورزش کرنے والے نوجوان بغرض حفظانِ صحت اس وبا کے شوقین ہو چکے ہیں، بری سنگت اور دین و شریعت سے دوری کی بنا پر انہیں یہ احساس تک نہیں ہوتا کہ وہ کارہائے حرام میں مبتلا ہونے کی باعث گناہوں کے دلدل میں پھنس چکے ہیں، یہود و نصاریٰ اور اسلام دشمن تنظیمیں مکمل سازشوں کے ساتھ مسلم نوجوانوں کو اپنا شکار بنا رہی ہیں۔

جدت پسندی نے انہیں اس قدر اُن کے دین اور اللہ و رسول سے دور کر دیا کہ اب وہ سمجھانے پر بھی ماننے کو تیار نہیں۔ اگر اُنھیں ان اخبث ترین کاموں سے روکا جاتا ہے تو بے جا تاویلیں اور لایعنی بحث کرنے لگتے ہیں۔ بری صحبت کے اثر نے انہیں اُن کے ہدف سے بہت دور لا کھڑا کیا۔ وہ قرآنی تعلیمات اور اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کے فرامین کو فراموش کر چکے ہیں۔

شراب کی مذمت قرآن کریم سے

اللہ جل شانہ اپنے کلامِ پاک میں ارشاد فرماتا ہے:
"یسئلونك عن الخمر و المیسر قل فیھما اثم کبیر ومنافع للناس واثمھما اکبز من نفعِھما۔ ترجمہ: تم سے شراب اور جوئیں کا حکم پوچھتے ہیں تم فرما دو کہ ان دونوں میں بڑا گناہ ہے۔" (سورۂ بقرہ، آیت ۲۱۹)

ایک اور مقام پر اللہ سبحانہ و تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:
"یایھا الذیٖن امنوا انما الخمر و المیسر و الانصاب و الازلام رجس من عمل الشّیطن فاجتنبوہ لعلکم تفلحون، انما یرید الشیطن ان یوقع بینکم العداوۃ و البغضآء فی الخمر و المیسر و یصدکم عن ذکر اللہ و عن الصلوۃ-فھل انتم منتھون۔ ترجمہ: اے ایمان والو شراب اور جُوا اور بُت اور پانسے ناپاک ہی ہیں شیطانی کام تو ان سے بچتے رہنا کہ تم فلاح پاؤ، شیطان یہی چاہتا ہے کہ تم میں بیر اور دشمنی ڈلوا دے شراب اور جوئے میں اور تمہیں اللہ کی یاد اور نماز سے روکے تو کیا تم باز آئے۔"

(سورۂ مائدہ، آیت 90–91)

ایک اور مقام پر ربِّ کریم ارشاد فرماتا ہے:
"یایھا الذین امنوا لاتقربوا الصلوۃ وانتم سکری۔
ترجمہ: اے ایمان والو! نماز کے قریب مت جاؤ جب تم نشے کی حالت میں ہو۔"

مذکورہ جملہ آیات سے یہ بات واضح ہو گئی کہ شراب و الکحل کی حرمت نص قرآنی سے ثابت ہے۔ فیشن و رواج کے طور پر پینے والے ذرا توجہ دیں کہ کیا مغربی تہذیب و ثقافت اس قدر ضروری تھی کہ قرآنی تعلیمات کی پاسداری نہ کر سکے۔ دین کو یہود و نصاریٰ کی لغویات و خرافات کی وجہ سے پس پشت ڈال دیا۔

شراب کی مذمت احادیث کی روشنی میں

آیات قرآنیہ کے ساتھ ساتھ لاتعداد احادیث میں بھی شراب و نشہ آور اشیاء کی حرمت و مذمت آئی ہے، اور اس کے عادی پر عذابِ الیم کی وعیدیں وارد ہیں جیسا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے ارشاد فرمایا:

"میری امت کے کچھ لوگ شراب پئیں گے اور اس کا نام بدل کر کچھ اور رکھیں گے، ان کے سروں پر باجے بجائے

* مضمون نگار جامعہ فاطمہ شاہجہاں پور کے استاد ہیں۔

جائیں گے اور گانے والیاں گائیں گی۔ اللہ تعالیٰ انہیں زمین میں دھنسا دے گا اور ان میں سے کچھ لوگوں کو بندر اور سؤر بنا دے گا۔" (ابن ماجہ)

مذکورہ حدیث کو بغور پڑھیں اور دیکھیں کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ میری اُمت کے کچھ لوگ شراب پئیں گے اور اس کا نام بدل کر کچھ اور رکھیں گے۔ اب ذرہ توجہ دیں وہ لوگ جو شراب کو بیئر، الکحل، وائن، ویسکی اور رم کا نام دیتے ہیں اور بے جا تاویلیں کرتے ہیں کہ یہ شراب نہیں ہے، کیا وہ اس بات سے انکار کر سکتے ہیں کہ ان تمام میں شراب کی آمیزش نہیں ہے؟ کیا ان سب سے نشہ نہیں ہوتا؟ یاد رکھیں! یہ جملہ اشیاء شراب کی آمیزش سے ہی وجود میں آتی ہیں اور نشا آور بنتی ہیں، اس لیے ان کا بھی وہی حکم ہے جو شراب کا ہے۔

ایک اور حدیث ہے، حضرت وائل حضرمی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ طارق بن سوید رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے شراب کے متعلق دریافت کیا تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے انہیں منع فرمایا، تو انہوں نے عرض کی کہ: میں تو صرف دوا کے طور پر ہی شراب بناتا ہوں تو حضور علیہ الصلاۃ والسلام نے ارشاد فرمایا کہ: یہ دوا نہیں ہے بلکہ ایک بہت بڑی بیماری ہے۔ (ترمذی شریف)

اب ذرا وہ نوجوان توجہ دیں جو حفظانِ صحت اور باڈی بنانے کی غرض سے بطور دوا بیئر، شراب یا الکحل لیتے ہیں، حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بطور دوا پینے سے بھی منع فرمایا اور ارشاد فرمایا کہ یہ دوا نہیں بلکہ ایک بہت بڑی بیماری ہے۔

ایک اور حدیث ہے، حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ: حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے شراب، جوا، شطرنج اور باجرے کی شراب سے منع فرمایا۔ اور یہ ارشاد فرمایا کہ ہر نشا آور چیز حرام ہے۔

شراب کی عادت اور چھٹکارہ

قارئین کرام! یاد رکھیں! یہ ایک ایسی بیماری ہے جسے جملہ اعمالِ قبیحہ وشنیعہ کی جڑ کہنا درست ہوگا، کیوں کہ یہی ایک ایسی بلا ہے جس سے لڑائی جھگڑا، دنگا وفساد، ظلم وجبر، زنا وحرام کاری، قتل وغارتگری، جھوٹ ودغابازی، اہلِ خانہ کے مابین نااتفاقیہ پیدا کرتی ہے، غرض کے ہر گناہ کی جڑ یہی شراب ہے۔

اس کے عادی ہونے کی سب سے بڑی وجہ غلط صحبت کا اثر ہے، اس کے بعد عیاش ونفس پرست افراد کی شادی پارٹی میں شریک ہو کر ان لوگوں کی دیکھا دیکھی میں یہ بھی شراب کے عادی بن جاتے ہیں۔ لہٰذا یاد رکھیں! اس کے پینے والے دنیا میں بھی لوگوں کے مابین ذلیل وخوار ہوتے ہیں اور بروز قیامت بھی عذاب الیم کے حقدار ہوں گے۔

اس سے چھٹکارا حاصل کرنے کے لیے سب سے پہلے اللہ تعالیٰ کے حضور سچے دل سے توبہ کریں اور دوبارہ شراب کو ہاتھ نہ لگانے کا عزم مصمم کریں۔ ایسی مجلسوں اور پارٹیوں میں جانا بند کر دیں جہاں شراب نوشی کو عام سمجھا جاتا ہو۔ وقتاً فوقتاً شراب کی حرمت اور اس کے گناہ کے متعلق سوچتا رہے تاکہ تصور میں بھی دوبارہ شراب پینے کا ارادہ نہ کریں۔

دعا ہے کہ مولائے کریم ہمیں اس مہلک بیماری سے محفوظ فرمائے۔ آمین یارب العالمین بجاہ سید المرسلین ﷺ۔

□□□

جماعت رضائے مصطفیٰ

یہ اعلیٰ حضرت کی قائم فرمودہ ایک روشن تاریخ کی حامل جماعت ہے، جس کی نشاۃ ثانیہ حضور تاج الشریعہ قدس سرہ العزیز کے ہاتھوں ہوئی۔

برادران اہل سنت اپنے اپنے علاقے میں اس کی شاخیں قائم کریں، اس عظیم جماعت کے ممبر بنیں اور مرکز سے جڑ کر اپنی ملّی ومذہبی خدمات انجام دیں اور کامیابیوں سے ہمکنار رہوں۔

مزید معلومات کیلئے 7055078621 پر رابطہ کریں۔

از: مولانا محمد اشرف رضا قادری*

معاشرے سے دینی رجحان ختم ہونے کی وجہ

جب سے مغربیت اور فیشن پرستی کی مسموم ہوا چلی ہے معاشرے سے دینی رجحان ختم ہوتا جا رہا ہے۔ الحاد و بے دینی فحاشی اور عریانیت کے فروغ میں شوشل میڈیا نے بڑا افسوسناک کردار ادا کیا ہے اور اس کے تدارک کے لیے جو مناسب اور حکمت بھرے اقدامات ہونے چاہیے وہ ہم سے بروقت نہیں ہو پائے، جس کے نتیجے میں ہمارا معاشرہ مغرب زدہ اور دین و مذہب سے دور ہوتا چلا گیا اور دینی رجحان ختم ہونے لگا۔

غرض کہ مادیت کی ہوا نے دین و روحانیت کی عمارتیں منہدم کر دیں اور ایسے نازک وقت میں ان کی تعمیر نو کے بجائے ہم صرف شکوہ و شکایت کا دفتر لے کر بیٹھ گئے اور ایک دوسرے کو ذمہ دار ٹھہرانے لگے، برائیوں کے خلاف جہاد بقدر استطاعت ہر ایک کے لیے ضروری ہے۔ صرف علما و مشائخ ہی اس کے ذمہ دار نہیں ہیں، ہاں! وارثین انبیا ہونے کے ناطے ان کی ذمہ داریاں دوسرے سے کچھ زیادہ ہیں، حدیث پاک میں ہے:

"مَنْ رَأَى مِنْكُمْ مُنْكَرًا فَلْيُغَيِّرْهُ بِيَدِهِ فَإِنْ لَمْ يَسْتَطِعْ فَبِلِسَانِهِ فَإِنْ لَمْ يَسْتَطِعْ فَبِقَلْبِهِ وَذَالِكَ أَضْعَفُ الْإِيمَانِ.

(تم میں سے جو برائی دیکھے تو اسے اپنے ہاتھ سے مٹا دے اور اگر اس کی طاقت نہیں رکھتا ہو تو اپنی زبان سے اس برائی کو ختم کرے، اگر اس کی بھی قوت و استطاعت نہیں رکھتا ہو تو اپنے دل سے اس برائی کو برا جانے اور یہ ایمان کا سب سے کمزور درجہ ہے)

اس حدیثِ پاک میں علما و مشائخ کی قید نہیں ہے بلکہ مطلق برائیوں کو مٹانے اور برائیوں کے خلاف آواز بلند کرنے کی تعلیم دی گئی ہے، حدیث پاک "الا کلکم راع و کلکم مسئول عن رعیتہ" کا بھی یہی مفہوم و مصداق ہے۔

یہاں یہ بات بھی سمجھنے اور ذہن میں رکھنے کی ہے کہ باعتبارِ قوت و ضعف مسلمانوں کی تین قسمیں ہیں: [۱] اقویٰ یعنی بااختیار حکام و سلاطین [۲] قوی و اوسط یعنی علما و مشائخ و سرکردہ افراد [۳] اضعف یعنی عام مسلمان! پہلی قسم یعنی بااختیار حکام و سلاطین جو اپنی قوت و اختیار سے "منکر" یعنی برائی کو مٹا سکتے ہیں تو ان پر فرض ہے کہ وہ برائیوں کو اپنے ہاتھوں سے مٹا دیں۔

قوی و اوسط درجے کے لوگ یعنی علما و مشائخ اور سماج کے سرکردہ افراد جو برائی کو اپنے ہاتھ سے تو نہیں مٹا سکتے مگر زبان سے برائیوں کے خلاف صدائے احتجاج بلند کر سکتے ہیں تو ان پر ضروری ہے کہ زبان سے مناسب طریقے پر برائی کے خلاف جہاد کریں۔ تیسری قسم جو "اضعف" کہلاتے ہیں یہ وہ لوگ ہیں جو ہاتھ سے برائی کو مٹانا تو درکنار زبان سے بھی منع نہیں کر سکتے تو ان پر فرض ہے کہ دل سے برائی کو برا جانیں۔

حالات دن بدن سنگین اور بد سے بدتر ہوتے چلے جا رہے ہیں، لوگ دین سے دور ہو رہے ہیں اور معاشرے سے دینی رجحان ختم ہوتا جا رہا ہے۔ ایسے میں علما و مشائخ سمیت سماج کے ہر باشعور فرد کی ذمہ داری ہے کہ وہ برائیوں کے خلاف جہاد کریں، لوگوں کو صراطِ مستقیم پر گامزن کریں۔ عوام، علما اور مشائخ کی صحبت و قربت اختیار کریں اور علما و مشائخ بھی اپنے حجروں سے باہر تشریف لائیں، معاشرے کا جائزہ لیں، قوم کدھر جا رہی ہے۔

اس پر غور و فکر کریں اور اس کو راہِ راست پر لانے کی سعیِ بلیغ فرمائیں۔ وقت نکال کر ہفتے میں ایک دن یا دو دن گاؤں اور دیہات کا سفر کریں، لوگوں سے ملاقات کریں، ان کو دین کی باتیں بتائیں اور دین و مذہب سے قریب کریں، تعلیم اور بالخصوص دینی تعلیم کی ضرورت و اہمیت سے عوام بقیہ ص ۱۴ / پر

* مضمون نگار دوماہی امین شریعت بریلی شریف کے چیف ایڈیٹر ہیں۔

ہائے رے آزادیِ نسواں
جل پری بھی بننے کو تیار

از: مولانا محمد زاہد علی مرکزی*

ہمارے معاشرے میں عورت روز بہ روز زوال کا شکار ہے، اس کی مثالیں ہر جگہ نظر آجاتی ہیں، حالاں کہ عورت اسے قبول کرنے کو تیار نہیں، اسے لگتا ہے کہ وہ اپنی صلاحیتوں میں مردوں سے کہیں بھی پیچھے نہیں، اسی لیے عورت کی مردوں سے پنجہ آزمائی کی ضد نے اسے مزید گھٹیا کاموں کی طرف بخوشی دھکیل دیا ہے، جب ذلت ہی کو کامیابی سمجھ لیا جائے تو پھر کیا ہی کہا جا سکتا ہے۔

عورتوں کے حقوق اور ان کو برقرار رکھنے کے عہد کو دہرانے کے لیے ہر سال ۸/مارچ کو یوم خواتین کے طور پر منایا جاتا ہے، اس کا سلسلہ کم وبیش سو سال سے جاری ہے، پہلے یہ دن صرف روس اور چین وغیرہ میں منایا جاتا تھا؛ مگر ۱۹۷۵ میں اقوامِ متحدہ نے باقاعدہ اس دن کو عالمی سطح پر خواتین کے دن کے طور پر منائے جانے کی قرارداد پیش کی اور اس کے بعد سے اب تک یہ سلسلہ پوری دنیا میں جاری ہے۔ لیکن ہم دیکھتے ہیں کہ عورت بجائے عزت کے ذلت کی طرف دھکیلی جا رہی ہے۔

کچھ روز قبل ہمارے راستے میں پڑنے والے ایک شادی ہال کے سامنے ٹریفک کی بنا پر کچھ منٹ رکنا پڑا تو دیکھا کہ نوجوان لڑکیاں ہاتھوں میں طشتریاں اُٹھائے کھڑی ہیں، لبوں پر مسکراہٹ ہے، کپڑے چمکیلے ہیں، ان کا کام یہ ہے کہ وہ شادی ہال میں داخل ہونے والوں پر پھولوں کی بارش کر رہی ہیں، من چلے اپنی عادات کے مطابق حسب حیثیت فقرے کستے جا رہے ہیں اور وہ مسکرا کر سر تسلیم خم کیے جا رہی ہیں، ساتھ ہی گانا بج رہا ہے ع

بہارو! پھول برساؤ مرا محبوب آیا ہے

جیسے ہی یہ منظر ہماری آنکھوں نے دیکھا، ہمارے لبوں سے بے ساختہ تحریر کی سرخی نکل گئی "ہائے رے آزادیِ نسواں" مزید معلومات لینے پر معلوم ہوا کہ یہ سب پڑھی لکھی لڑکیاں ہیں جو اعلیٰ تعلیم کے لیے شہر آ کر رہتی ہیں اور چند گھنٹوں کے لیے پرائیویٹ جاب کرتی ہیں اور مردوں کو پوری طرح ٹکر دیتی ہوئی اپنی حیثیت کا اظہار کرتے ہوئے خدمات دیتی ہیں، انھیں دہاڑی مزدوری دی جاتی ہے، ساتھ ہی کھانا بھی ملتا ہے۔

ایک صاحب نے یہ بھی بتایا کہ حضرت یہ تو کچھ نہیں! کانپور سے شادی ہوسٹ کرنے کے لیے لڑکیاں لائی جاتی ہیں اور وہ اسٹیج پر ڈانس بھی کرتی ہیں، مہمانوں کا تعارف بھی کراتی ہیں اور دولھے بھائی اور ان کے دوستوں کے ساتھ گپ شپ بھی کرتی ہیں۔ میں نے کہا! واقعی میں یہ خواتین مردوں سے بہت آگے نکل گئی ہیں، اب انھیں روکنا مردوں کے بس کی بات نہیں رہی۔ مردوں کو بھی لڑکوں سے زیادہ لڑکیوں سے امیدیں وابستہ ہو گئی ہیں۔ لڑکے کمانے لگتے ہیں اور لڑکیاں پڑھائی کرنے لگتی ہیں اور اس پڑھائی کے ساتھ کیا ہوتا ہے، آئے دن اخبار کی زینت بنتا رہتا ہے۔

بہر حال مردوں کو ٹکر دینا ہے تو کچھ نہ کچھ تو کرنا ہی پڑے گا، ڈاکٹر اقبال کی زبان میں کہیے تو یہ زنان تعلیم یافتہ تعلیم پا کر "زن" نہ ہو کر "نازن" ہو جاتی ہیں ؎

تہذیبِ فرنگی ہے اگر مرگِ اُمومت
ہے حضرت انساں کے لیے اس کا ثمر موت
جس علم کی تاثیر سے زن ہوتی ہے نازن
کہتے ہیں اسی علم کو اربابِ نظر موت

شادیوں میں ویٹر کا کام بھی یہی تعلیم یافتہ خواتین بڑے شوق سے کرتی نظر آتی ہیں، اب سمجھ نہیں آتا کہ یہ تعلیم نسوانیت کو بچا رہی

*مضمون نگار تحریک علمائے بندیل کھنڈ کے چیئرمین ہیں۔

ہے یا پھر ذلیل کروا رہی ہے مگر جب ذلت ہی عزت شمار ہو تو پھر برائی ہی کہاں رہی۔ ڈاکٹر اقبال اسی تعلیم کے متعلق کہتے ہیں۔

لڑکیاں پڑھ رہی ہیں انگریزی
دیکھ لی قوم نے فلاح کی راہ
یہ تماشا دکھائے گا کیا سین
پردہ اٹھنے کی منتظر ہے نگاہ

بھئی پردہ اٹھ گیا ہے اور یہ بیماری اب چھوٹے چھوٹے قصبوں تک پھیل گئی ہے، یہ ان خواتین کا احسان ہے کہ وہ مردوں کو آج بھی راجاؤں والی فیلنگ سے محظوظ کر رہی ہیں۔

پاپا کی پری سے جل پری تک کا سفر

چند ماہ قبل اپنے شہر اورئی جانا ہوا تو بالکل بائی پاس کے نزدیک ایک بڑی سی جگہ نمائش لگی دیکھی، باہری بورڈ میں سب سے زیادہ ہائی لائٹ "جل پری" کو کیا گیا تھا، لوگوں سے معلوم کیا کہ اب یہ جل پری کا کیا سین ہے؟ تو انھوں نے بتایا کہ حضرت! ایک بڑا سا کانچ کا ٹینک رہتا ہے جس میں پانی بھرا ہوتا ہے، وہیں لوگوں کے کھڑے ہونے کے لیے جگہ ہوتی ہے اور لوگ ٹکٹ لے کر جل پری کے ساتھ سیلفی لیتے ہیں۔

وہ کانچ کے شیشے کے اندر پانی میں آدھے کپڑوں میں تیرتی پھرتی ہے اور لوگ شیشے کے اس طرف سے ہاتھ سے دل بناتے ہیں ادھر سے وہ ان کے دلوں پر لبیک کہتی مسکراتی چلی جاتی ہے، بس یہی جل پری کی کہانی ہے، اس گناہ بے لذت کے شکار بے چارے کنوارے یا سٹھیائے ہوئے بڈھے زیادہ دکھتے ہیں۔

پاپا کی پریوں کی یہ آزادی اور سر بازار چند سکوں کے عوض اپنی عزت نیلام کرتی ہوئی یہ پاپا کی پریاں مردوں کی برابری یا اپنے پیروں پر کھڑے ہونے کی سنک کے چلتے اس حال کو پہنچ گئی ہیں لیکن خوش ہیں کہ کم از کم اپنے پیروں پر تو کھڑی ہیں۔

انھیں شوہر کے گھر میں رانی بن کر رہنا پسند نہیں، انھیں شوہر کی خدمت کرنا، کھانا دینا پسند نہیں لیکن اغیار کے سامنے گھنٹوں کھڑے رہنا، پانی میں ڈوبی رہنا، لچوں، لفنگوں کے گندے تبصرے سننا برداشت ہے۔ انھیں اگر کچھ برداشت نہیں تو وہ یہ کہ انھیں کوئی ایسی حرکات سے روکے ٹوکے۔

خواتین کی آزادی کے نام پر یہ بے قدری دیکھنے کے بعد اسلام اور اسلامی طرز زندگی کی اہمیت اور بڑھ جاتی ہے، ساتھ ہی یہ بھی واضح ہو جاتا ہے کہ اسلام عورت کو قیدی نہیں بناتا بل کہ اس کی طرف اٹھنے والی ہر نگاہ کو پہلے حجاب سے روکتا ہے پھر شوہر، بھائی، باپ وغیرہ کے زیر اثر کر کے بے حیائی اور لوگوں کے دھکے کھانے سے بھی بچاتا ہے، اللہ خواتین اسلام کو اسلام سمجھنے اور اس پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے، آمین ثم آمین۔

ص ۹۳ کا بقیہ ....

رچی ہے جانشین مفتی اعظم کی شادی آج
بنا دلہن ہے کاشانہ مرے اختر رضا خاں کا
وہاں مٹ کر بقا پاتا ہے ہر ذرّہ حقیقت میں
عجب ہے کوئے میخانہ مرے اختر رضا خاں کا
جلی ہے شمع وحدت جب، مٹے اوہامِ ہستی سب
مگر زندہ ہے پروانہ مرے اختر رضا خاں کا
غنی کر دے دلوں کو، خود رہے محتاجِ درگاہی
وہ ہے طرزِ فقیرانہ مرے اختر رضا خاں کا
چھلکتی رہتی ہے اس میں مئے عشقِ رسولِ پاک
اٹھالے بڑھ کے پیمانہ مرے اختر رضا خاں کا
بچا لیتا ہے صلحِ کلّیت کے فتنوں سے سب کو
پسند آیا ہے یارانہ مرے اختر رضا خاں کا
طفیل مفتی اعظم یہ میں نے فیض پایا ہے
ملا اندازِ رندانہ مرے اختر رضا خاں کا
قدم آگے بڑھا! فیض نگاہِ ناز سے پی جا
کھلا ہے بابِ میخانہ مرے اختر رضا خاں کا
شکستہ دل کو بھی وہ سرخرو کر دیتے ہیں دم میں
طریقہ ہے حکیمانہ مرے اختر رضا خاں کا
جہاں ترکِ خودی میں ہے شفائے دردِ دل خاکی
ہے وہ واحد شفاخانہ مرے اختر رضا خاں کا

□□□

از: حافظ افتخار احمد قادری*

جہاد! مغربی پروپیگنڈے اور اسلامی تصور

موجودہ دور کے فکری زوال، تہذیبی انتشار اور عالمی پروپیگنڈے کی کوکھ سے جس قدر غلط تصورات نے جنم لیا ہے ان میں سب سے زیادہ جس مقدس اور ربانی اصطلاح کو مسخ کیا گیا، جس کے گرد شکوک وشبہات کے بادل گھیرے کیے گئے اور جسے مخصوص عالمی ایجنڈوں کے تحت خوف ودہشت کا نشان بنا دیا گیا وہ ہے جہاد!

یہ وہ لفظ ہے جسے قرآن مجید نے انسانیت کی بھلائی، حق کی سر بلندی، عدل کی پاسداری اور مظلوموں کے تحفظ کا عنوان بنایا مگر عالمی طاقتوں نے اسے ایسے مفہوم میں تبدیل کر دیا کہ آج دنیا کی ایک بڑی اکثریت کے ذہن میں جہاد کا مطلب محض جنگ، خون ریزی اور بے لگام شدت پسندی رہ گیا ہے۔

گزشتہ چند دہائیوں میں مغربی تھنک ٹینکس، بین الاقوامی میڈیا کارپوریشنز، سیاسی پالیسی سازاداروں اور مخصوص فکری لابیوں نے مستقل اور منظم پروپیگنڈے کے ذریعہ اس غلط بیانیہ کو اس شدت کے ساتھ پھیلایا کہ ہمارے اپنے معاشروں میں بھی ایسے افراد پیدا ہوگئے جو نا سمجھی میں انہی کے بیانیے کو دہراتے ہیں، ان کے نزدیک جہاد کا مطلب تلوار، جنگ یا طاقت کا استعمال ہے اور بس! اس فکری غلامی کی شدت کا اندازہ اس وقت ہوتا ہے جب مسلمان نوجوان اپنے ہی دین کی بنیادی اصطلاح سے شرمندگی محسوس کرنے لگتے ہیں اور مغرب کے طعنے ان کے ذہنوں میں ایسی جڑ پکڑ لیتے ہیں کہ وہ جہاد کے حقیقی مفہوم تک رسائی ہی نہیں کر پاتے۔

یہ ایک تلخ حقیقت ہے کہ کچھ خود ساختہ گروہوں نے اسلام کے نام پر ایسے افعال انجام دیے جن کا دین سے کوئی تعلق نہیں تھا، ان کی حرکات نے جہاں انسانی جانوں کو نقصان پہنچایا وہیں اسلام کی ساکھ کو بھی مجروح کیا۔ انہی واقعات کو مغرب نے بھر پور طریقے سے استعمال کیا اور جہاد کو دہشت گردی کا ہم معنیٰ بنا کر پیش کر دیا۔ یوں ایک طرف بین الاقوامی طاقتیں اپنے سیاسی ومعاشی مفادات کے لیے اس اصطلاح کو ہتھیار بناتی رہیں دوسری جانب ہمارے گھروں میں بحث وجدل، خطبات میں اختلاف اور سوشل میڈیا پر شدید فکری تصادم نے اس موضوع کو مزید الجھا دیا، حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ جہاد کا حقیقی مفہوم نہ کبھی جنگ تک محدود رہا اور نہ کبھی طاقت کے استعمال تک۔

عربی زبان میں جہاد "جہد" سے مشتق ہے یعنی کوشش، محنت، مسلسل جدوجہد، اپنی تمام صلاحیتوں کو جھونک دینا۔ یہ معنیٰ نہ کسی خاص وقت سے وابستہ ہے نہ کسی خاص میدان سے نہ یہ صرف عسکری تناظر میں ہے نہ محض دفاعی ضرورتوں میں بلکہ یہ مفہوم پوری انسانی زندگی کے ہر مرحلے، ہر ذمہ داری اور ہر اخلاقی جدوجہد پر حاوی ہے۔

نبی کریم ﷺ کی پوری سیرت طیبہ اس مفہوم کو روشن کرتی ہے۔ مکہ مکرمہ کے تیرہ سالہ دور میں کوئی جنگ نہ تھی، کوئی لشکر نہ تھا، کوئی ہتھیار نہیں تھا لیکن جہاد جاری تھا۔ ظلم کے مقابلے میں صبر کا جہاد، توہین کے مقابلے میں اخلاق کا جہاد، تکلیفوں کے باوجود استقامت کا جہاد اور سب سے بڑھ کر سچائی کی گواہی دینے کا جہاد! یہی وہ جدوجہد تھی جس نے اسلامی تہذیب کی بنیادیں رکھیں، یہی وہ جہاد تھا جس نے اخلاقی طاقت کو مادی طاقت پر غالب کر دیا۔

آج کے دور میں جب فکری محاذ سب سے زیادہ کمزور ہے، جب عالمی میڈیا اسلاموفوبیا کو ہوا دیتا ہے، جب نوجوانوں کو ذہنی، اخلاقی اور فکری انتشار نے جکڑ رکھا ہے، جب سوشل میڈیا کے الگورتھم ایک طرف ذہنوں کو منتشر کرتے ہیں اور دوسری طرف جھوٹے بیانیوں کو طاقت دیتے ہیں، ایسے میں جہاد کا سب سے بڑا میدان علم وحکمت اور اخلاق ہے۔

وہ جہاد جو آج کے مسلمانوں کو سب سے پہلے کرنا ہے وہ

* مضمون نگار کریم گنج، پورن پور، ضلع پیلی بھیت، یوپی کے متوطن ہیں۔

نفس کے خلاف، کمزوریوں کے خلاف، غفلت کے خلاف، جہالت کے خلاف اور ذہنی غلامی کے خلاف ہے۔ وہ جہاد جس کی آج سب سے زیادہ ضرورت ہے وہ قلم سے ہے، دلیل سے ہے، سچائی کی مضبوطی سے ہے، امت کی فکری تربیت سے ہے اور مغرب کے نظریاتی پروپیگنڈے کا علمی جواب دینے سے ہے۔

آج کا زمانہ تلواروں کا نہیں الفاظ کا زمانہ ہے، تصاویر کا زمانہ ہے، میڈیا کا زمانہ ہے، بیانیوں کا زمانہ ہے، طاقت اب محاذوں پر نہیں بیانیوں پر جیتی جاتی ہے۔ قومیں سرحدوں سے نہیں نظریات سے فتح ہوتی ہیں اور بدقسمتی سے یہی وہ میدان ہے جہاں امت مسلمہ سب سے پیچھے کھڑی ہے۔

آج دشمن کے پاس ٹیکنالوجی ہے، میڈیا نیٹ ورک ہے، ڈیجیٹل انفراسٹرکچر ہے، فکری مشینری ہے اور عالمی سطح پر اپنا بیانیہ نافذ کرنے کے وسائل ہیں۔ جبکہ امت کے اکثر نوجوان صرف سطحی بحثوں، مشہور شخصیات کی ویڈیوز، سوشل میڈیا کے تنازعات اور محدود علمی افق تک محدود ہو کر رہ گئے ہیں۔

اگر آج جہاد کے مفہوم کو دوبارہ زندہ کرنے کی ضرورت ہے تو اس کا مطلب ہتھیار اٹھانا نہیں بلکہ سوچ کو اٹھانا ہے، علم کو اٹھانا ہے، اخلاق کو اٹھانا ہے اور امت کی فکری خودمختاری کو بحال کرنا ہے، مذہب اسلام نے کبھی کسی کو زبردستی مسلمان بنانے کا حکم نہیں دیا۔

قرآن کی روشن آیت آج بھی پوری قوت سے یہ اعلان کرتی ہے: لَآ اِكْرَاهَ فِي الدِّيْنِ۔ دین میں کوئی جبر نہیں۔ اس کے باوجود یہ کہنا کہ اسلام تلوار کے زور پر پھیلا ایک کھلا جھوٹ ہے جسے تاریخ کے شواہد جھٹلا دیتے ہیں۔ صدیوں تک مسلمان حکومتوں میں مختلف مذاہب کے لوگ امن سے رہے، اپنے عبادت خانوں، اپنے قانون اور اپنی سماجی آزادی کے ساتھ۔

اگر اسلام تلوار سے پھیلا ہوتا تو ہندوستان، اندلس، افریقہ اور عرب سے لے کر مشرقی ایشیا تک کروڑوں غیر مسلم آج بھی اپنے ادیان پر قائم نہ ہوتے۔ اس لیے ضروری ہے کہ ہم اپنی نسلوں کو جہاد کا حقیقی، جامع اور معتدل تصور دیں۔ نہ اس انتہا کی طرف جائیں جو ہر مسئلے کا حل طاقت کو سمجھتی ہے، نہ اس مغربی فکر کے پیچھے چلیں جو اسلام کے ہر حکم کو معذرت خواہانہ نظروں سے دیکھتی ہے۔

اسلام کا راستہ توازن کا راستہ ہے، علم اور عمل کا، اخلاق اور جرات کا، حکمت اور استقامت کا۔ وقت کا تقاضا یہ ہے کہ ہم جہاد کو اس کی اصل روح کے ساتھ پیش کریں، جہاد جو انسانیت کے تحفظ کا نام ہے۔ جہاد جو ظلم کے مقابلے میں آواز بلند کرنے کا نام ہے۔ جہاد جو نفس کی برائیوں سے لڑنے کا نام ہے۔ جہاد جو علم کے میدان میں برتری قائم کرنے کا نام ہے۔ جہاد جو امت کی عزت اور عدل کی بحالی کا نام ہے۔

جب تک ہم اس عظیم تصور کو واپس اس کے مقام پر نہیں لائیں گے مغربی پروپیگنڈا جاری رہے گا، نوجوانوں کے ذہنوں میں تذبذب باقی رہے گا اور اسلام کا عالمگیر پیغام اپنی اصل عظمت کے ساتھ دنیا کے سامنے نہیں آسکے گا۔

لہٰذا! آنے والی نسلوں کی فکری بقا، امت کی تہذیبی سلامتی اور مسلمان معاشروں کی علمی خودمختاری اسی میں ہے کہ جہاد کے مفہوم کو صحیح، جامع، وسیع اور قرآنی تناظر میں سمجھا اور سمجھایا جائے، یہی جہاد کی اصل روح ہے اور یہی وہ پیغام ہے جس کی آج دنیا کے ہر کونے میں نئی قوت، نئی وضاحت اور نئی ذمہ داری کے ساتھ ضرورت ہے۔ جہاد کے صحیح مفہوم کو سمجھنے کے لیے ضروری ہے کہ اس کے تاریخی پس منظر کو بھی سامنے رکھا جائے۔

اسلام کی آمد سے پہلے دنیا کی بڑی تہذیبیں طاقت کے نشے میں ڈوبی ہوئی تھیں۔ رومی سلطنت میں بادشاہوں کی مرضی ہی قانون تھی۔ ایرانی و ساسانی تہذیب میں طبقاتی تقسیم انسانیت کو گھٹا کر رکھ دیتی تھی۔ یونانی فلسفے میں اخلاقیات کے باوجود سماج میں عملی ظلم رائج تھا، عرب میں قبائلی عصبیت اور خون ریزی عام تھی۔ ایسے وقت میں اسلام نے جہاد کا جو تصور پیش کیا وہ دنیا کے کسی بھی مذہب یا تہذیب کے پیش کردہ تصورِ جنگ یا جد وجہد سے بالکل مختلف تھا۔

اسلام کے نزدیک طاقت کا استعمال آخری آپشن تھا، وہ بھی صرف دفاع، مظلوموں کی حفاظت، معاہدات کی پاسداری اور امن کے قیام کے لیے۔ جنگ کسی قوم پر زبردستی عقیدہ مسلط

کرنے کے لیے نہیں بلکہ اس ظلم کو روکنے کے لیے ہوتی تھی جو انسانیت کو کچل رہا ہو۔ یہی وجہ ہے کہ نبی کریم ﷺ نے مدینہ منورہ میں پہلی ریاست قائم کرنے کے بعد بھی کسی قوم پر حملہ نہیں کیا بلکہ صرف ان قوتوں کے مقابلے میں کھڑے ہوئے جو مسلم معاشرے کی سلامتی کے درپے تھیں۔

اسلامی تاریخ کے روشن ابواب اس حقیقت کے گواہ ہیں کہ جہاں بھی مسلمان حکومتیں قائم ہوئیں وہاں عدل کی بنیاد پر مختلف مذاہب کے لوگ ساتھ رہے بلکہ انصاف کے چرچے خود غیر مسلم مؤرخین نے بھی کیے۔

اس کے مقابلے میں رومن چرچ کی جبری تبدیلی مذہب کی تحریکیں، یورپ کی صلیبی جنگیں، اندرونِ ایشیا منگولوں کی تباہ کاریاں یا امریکی نوآبادیاتی نظام کی خونریز تاریخ سب آج بھی تاریخ کی کتابوں میں کھلی حقیقت بن کر موجود ہیں، اسی پس منظر میں سمجھنے کی ضرورت ہے کہ اسلام کا جہاد کبھی بھی توسیع پسندی یا قومیت پرستی کا نام نہیں تھا۔ یہ ایک اخلاقی قوت تھی، عدل کے قیام کے لیے اور ظلم کے خاتمے کے لیے۔

آج دنیا کے حالات اس تاریخی پس منظر سے ملتے جلتے ہیں، طاقتور قومیں سیاسی، معاشی اور میڈیا کی قوتوں کے ذریعے کمزور قوموں کو غلام بناتی ہیں۔ عالمی اداروں کی پالیسیاں بھی طاقتور ممالک کے زیر اثر ہیں، مذہبی آزادی اور انسانی حقوق کے نام پر ایران، افغانستان، فلسطین، کشمیر اور کئی دیگر خطے مسلسل تنازعات کا شکار ہیں لیکن ان سب کے باوجود ایک مسلمان کے سامنے جو سب سے اہم محاذ کھلا ہے وہ عسکری نہیں بلکہ فکری ہے۔

آج کی جنگ تلواروں سے نہیں لڑی جاتی خبر سے لڑی جاتی ہے، الفاظ سے لڑی جاتی ہے، بیانیے سے لڑی جاتی ہے، ڈیجیٹل اسکرینوں سے لڑی جاتی ہے، ایک وقت تھا کہ قوموں کی شناخت ان کے سپاہی، گھوڑے، نیزے اور قلعے ہوتے تھے۔ آج ایک قوم کی پہچان اس کی فکری پختگی، تعلیمی معیار، علمی برتری، میڈیا کی قوت، ٹیکنالوجی میں مقام اور تحقیق و ایجاد کے میدان میں موجودگی سے ہوتی ہے۔

اسی لیے اگر آج جہاد کا کوئی سب سے بنیادی میدان ہے تو وہ یہی ہے فکری جہاد! دنیا آپ کے مذہب کو ظالم بنا کر پیش کر رہی ہے۔ آپ کو علمی دلیل کے ساتھ اس کا جواب دینا ہے۔ دنیا اسلاموفوبیا کے بیانیے کو عام کر رہی ہے، آپ کو حکمت کے ساتھ اسے توڑنا ہے۔ دنیا تہذیبی جنگ مسلط کر رہی ہے، آپ کو اپنی تہذیب کی حفاظت کرنی ہے۔

دنیا اپنے نظریات کو تعلیم کے ذریعے مسلط کر رہی ہے، آپ کو اپنی نسلوں کی فکری تربیت کرنی ہے۔ دنیا میڈیا کے ذریعے ذہنوں کو کنٹرول کر رہی ہے، آپ کو سچ کا بیانیہ وسیع کرنا ہے۔ اس دور کا سب سے خطرناک پہلو یہ ہے کہ دنیا نئے ہتھیار نہیں بنا رہی، نئے تصورات بنا رہی ہے۔ نئے الفاظ وضع ہو رہے ہیں، نئی اصطلاحات تراشی جا رہی ہیں، نئی اخلاقیات تخلیق کی جا رہی ہیں، یہاں تک کہ آزادی، حقوق، انسانیت، ترقی، سیکولرازم جیسے لفظ بھی ایک مخصوص سیاسی سمت میں استعمال کیے جا رہے ہیں۔

آج جہادِ فکر کا تقاضا یہ ہے کہ مسلمان ان تمام لفظی، فکری، میڈیا اور سیاسی جنگوں کا ادراک کرے اور ان کے مقابلے میں اپنا علمی، اخلاقی اور تہذیبی بیانیہ مضبوط کرے۔ اس جنگ میں وہی قوم کامیاب ہوگی جس کے پاس علم ہو، دلیل ہو، کردار ہو اور حکمت ہو۔ اگر آج امت اپنے نوجوانوں کو فکری تربیت نہ دے سکی، اگر سچ اور جھوٹ کی پہچان مٹ گئی، اگر اخلاقی معیار کمزور ہو گئے، اگر اسلام کا بیانیہ پس منظر میں چلا گیا، اگر امت نے میڈیا، ٹیکنالوجی اور تعلیم کے میدانوں کو نظر انداز کر دیا تو یقین جانئے کہ عسکری طاقت سے دنیا میں کوئی تبدیلی نہیں آئے گی۔

کیونکہ آج دنیا کی جنگیں میدان میں نہیں ذہنوں میں لڑی جا رہی ہیں۔ اس لیے ضرورت اس بات کی ہے کہ ہم اس دور کے جہاد کو قلم کا جہاد، دلیل کا جہاد، سچائی کا جہاد، علم کا جہاد، تربیت کا جہاد، تہذیب کی حفاظت کا جہاد۔ اپنی فکر، اپنے کردار، اپنے معاشرے اور اپنی نسلوں میں زندہ کریں۔ عصر حاضر کی یہ فکری جنگ ہمیں یہ باور کراتی ہے کہ اگر ہم نے جہاد کی حقیقی روح کو اپنی زندگیوں میں شامل نہ کیا تو نہ صرف دنیا ہمارے بیانیے کو مسخ کرتی رہے گی بلکہ ہم اپنی شناخت کھو بیٹھیں گے۔

ضرورت اس بات کی ہے کہ اپنی علمی کمزوریوں، فکری انتشار

اور تہذیبی بے سمتی کو پہچانیں اور جہاد کے صحیح، معتدل اور قرآنی مفہوم کو اختیار کرے۔ یہی وہ جہاد ہے جس سے امت دوبارہ کھڑی ہوسکتی ہے۔ یہی وہ جہاد ہے جو نوجوان نسل کو فکری بیداری دے سکتا ہے۔ یہی وہ جہاد ہے جو اسلام کی اصل تصویر دنیا کے سامنے پیش کرسکتا ہے اور یہی وہ جہاد ہے جو ظلم و جبر اور پروپیگنڈے کی اس عالمی یلغار میں ایک روشن علمی چراغ بن سکتا ہے۔

دورِ حاضر کی دنیا اپنی رفتار، پیچیدگی اور اثر پذیری میں پچھلی صدیوں سے یکسر مختلف ہے۔ جہاں پہلے جنگیں سرحدوں پر لڑی جاتی تھیں اب جنگوں کی سرحدیں بدل چکی ہیں۔ اب دنیا کی بڑی طاقتیں گولی سے پہلے خبر چلاتی ہیں، بم سے پہلے بیانیہ بناتی ہیں اور فوج بھیجنے سے پہلے ذہنوں پر قبضہ کرتی ہیں، اس جنگ میں توپیں اور تلواریں نہیں ہوتیں۔ خبریں، تصورات، تصویریں، الفاظ، ڈیجیٹل پلیٹ فارمز اور سوشل میڈیا کے ایجنڈے ہوتے ہیں۔

یہی وجہ ہے کہ آج کے مسلمان کے سامنے جہاد کا سب سے اہم میدان میڈیا اور ٹیکنالوجی کا میدان ہے۔ اگر کوئی قوم اپنی خبر خود نہ لکھے تو دنیا اس کے لیے کہانی بنا دیتی ہے۔ اگر کوئی قوم اپنا بیانیہ خود نہ تراشے تو دوسروں کا بیانیہ اس کا مقدر بن جاتا ہے اور اگر کوئی امت اپنی نسلوں کی فکری رہنمائی خود نہ کرے تو انہیں گوگل، ٹک ٹاک، انسٹا گرام اور دیگر عالمی طاقتیں تربیت دینے لگتی ہیں۔

آج کے دور کا سب سے بڑا مغالطہ یہ ہے کہ لوگ سمجھتے ہیں دشمن صرف سرحدوں کے اس پار ہے حالانکہ سب سے خطرناک دشمن وہ ہے جو ہمارے اندر خاموشی سے داخل ہو چکا ہے خیالوں میں، سوچوں میں، خواہشوں میں، ترجیحات میں، ورچوئل دنیا میں، سکرین پر چلتی ویڈیوز میں اور ذہنوں کو رنگنے والے الفاظ میں۔ اسلام دشمن طاقتوں نے یہ حقیقت بہت پہلے پہچان لی تھی کہ اگر مسلمانوں کی نسلیں ان کے فکری نظام سے باہر نکل آئیں، اگر ان کی شناخت دھندلا جائے، اگر انہیں اپنے اصولوں پر شرمندگی ہونے لگے، اگر انہیں اپنی تاریخ پر اعتماد نہ رہے اگر انہیں اپنی تہذیب کے ستون کمزور دکھائی دیں تو پھر انہیں شکست دینے کے لیے کسی فوج کی ضرورت ہی نہیں رہے گی۔

اسی لیے آج مسلمانوں پر ہر طرف ایک نئی جنگ مسلط ہے۔ میڈیا کی جنگ، ٹیکنالوجی کی جنگ، علم کی جنگ، بیانیے کی جنگ، تہذیبی جنگ، نفسیاتی جنگ اور ان سب کے مقابلے میں مسلم معاشرے کا حال یہ ہے کہ ہم نے یہ میدان مکمل طور پر دوسروں کے حوالے کر دیا ہے۔

ہماری جامعات تحقیق کے میدان سے دور ہیں، ہمارے میڈیا چینلز اپنا بیانیہ خود بنانے کے بجائے دوسرے ایجنڈوں کی بازگشت ہیں، ہمارے نوجوان اپنا وقت علم و ہنر کے بجائے ورچوئل دنیا کی بے مقصد تفریح میں صرف کر رہے ہیں اور ہمارے معاشرے میں فکری گفتگو تقریباً ختم ہو چکی ہے۔ یہ کمزوری محض علمی کمزوری نہیں بلکہ پوری امت کی شناخت اور بقا کے لیے خطرہ ہے۔ کیونکہ جو قوم اپنے بیانیے کی حفاظت نہ کر سکے وہ کسی بھی جنگ میں مضبوط نہیں رہ سکتی۔

یہاں قرآن کے عظیم اصول کو یاد رکھنا ضروری ہے: اَعِدُّوا لَهُم مَّا اسْتَطَعْتُم مِّن قُوَّةٍ۔ (طاقت کے ہر ممکن ذریعہ سے تیاری کرو) آج کی طاقت صرف عسکری نہیں بلکہ علم، میڈیا، ٹیکنالوجی، تحقیق، ابلاغ، ذہنی تربیت اور تہذیبی شعور یہ سب قوتیں بھی اسی قرآنی حکم میں شامل ہیں۔ یہی جہادِ وقت ہے۔ یہی دورِ حاضر کی سب سے ضروری جد و جہد ہے۔

اگر آج ہم جہاد کی ان جدید شکلوں کو نظر انداز کریں گے تو نہ صرف دنیا ہمیں فکری غلام بنائے رکھے گی بلکہ ہمارے نوجوان اپنی پہچان کھونے لگیں گے۔ انہیں اسلام عقیدہ کی طرح نہیں مسئلہ کی طرح محسوس ہوگا۔ انہیں اسلامی تاریخ فخر کی بجائے بوجھ لگے گی۔ انہیں اسلامی تعلیمات رہنمائی نہیں بلکہ قدامت محسوس ہوں گی۔

یہی وہ لمحہ ہے جس سے پہلے ہمیں اپنے بیانیے کو مضبوط کرنا ہوگا، اپنے گھروں سے، اپنے بچوں سے، اپنی جماعتوں سے، اپنی تحریروں سے، اپنی تقریروں سے، اپنی کلاس رومز سے، اپنے موبائل فون کے استعمال سے، اپنے سوشل میڈیا کے رویے سے۔

آج کا مومن اگر سوشل میڈیا پر حق کی آواز بلند کرتا ہے، باطل بیانیے کے مقابلے میں دلیل دیتا ہے، نوجوانوں کو صحیح سمت

دکھاتا ہے، امت کے مسائل پر بیداری لاتا ہے تو یہ بھی جہاد ہے۔ اگر کوئی استاد اس دور کے فکری حملوں کو سمجھ کر نسل نو کی علمی تربیت کرے تو یہ بھی جہاد ہے۔ اگر کوئی لکھاری غلط فہمیوں کو دور کر کے اسلام کی اصل تصویر پیش کرے تو یہ بھی جہاد ہے۔ اگر کوئی باپ اپنی اولاد کو فتنوں کے ماحول میں دین سے جوڑے رکھے تو یہ بھی جہاد ہے۔

جہاد کا یہ پہلو اصل میں سب جہادوں کی بنیاد ہے۔ کیونکہ اگر ذہن آزاد ہوں گے، فکر مضبوط ہوگی، ایمان بالغ نظر ہوگا، علم وسیع ہوگا تو قوم ہر میدان میں سرخرو ہو سکتی ہے، اسلام دشمن طاقتیں آج اپنے تصورات کو اتنی بار پیش کرتی ہیں کہ جھوٹ بھی حقیقت محسوس ہونے لگتا ہے، اس لیے مسلمانوں کے لیے لازم ہے کہ وہ اپنی زبان، قلم، علم اور کردار کو اس جہاد میں استعمال کریں۔

اس جنگ میں کون سا ہتھیار سب سے مضبوط ہے؟ صرف سچائی۔ وہ سچائی جو قرآن نے دی، وہ حکمت جو نبی کریم ﷺ نے سکھائی، وہ دلیل جو اسلامی تہذیب کی تاریخ نے فراہم کی۔ اگر امت اس ذمہ داری کو ادا کرے گی تو نہ صرف وہ جہاد کے مفہوم کو دوبارہ زندہ کرے گی بلکہ دنیا کے سامنے اسلام کو اس کی اصل صورت میں پیش کر سکے گی عدل، امن، رحمت، انسانیت، علم اور اخلاق کی دین کے طور پر۔

وقت کا آخری اور بنیادی تقاضا یہی ہے کہ امت جہاد کے اس وسیع مفہوم کو قبول کرے، اسے اپنی اجتماعی فکر کا حصہ بنائے اور عالمی سطح پر اسلام کی روشن اور متوازن تصویر کو پیش کرے، جہاد کا یہ پیغام کسی گروہ، کسی ملک، کسی جماعت، یا کسی دور تک محدود نہیں یہ پوری انسانیت کے لیے خیر کا پیغام ہے۔ یہ عدل کے قیام کا نام ہے۔ یہ ظلم کے مقابلے میں کھڑے ہونے کا نام ہے۔ یہ انسانیت کی حفاظت کی جدوجہد ہے اور یہی وہ جہاد ہے جو ایک مسلمان کی پوری زندگی کو مقصد، وقار اور ذمہ داری عطا کرتا ہے۔

□□□

ص ۵۳ رکا بقیہ ....

پہلا صدیق تو دوجا ہے عمر پھر ہے غنی
اور علی چوتھا بتایا تو برا مان گئے

ان کا کہنا ہے کہ قرآن ہے تحریف شدہ
نظم فی الغار سنایا تو برا مان گئے
خود کو وہ شیعہ بہت مان سے بولے لیکن
رافضی کہہ کے بلایا تو برا مان گئے
نعرۂ حیدری پر خوب ہوا خوش وہ مگر
نعرۂ حق جو لگایا تو برا مان گئے
پردۂ رفض میں کرتے رہے وہ کفر پہ کفر
رخ سے پردہ جو اٹھایا تو برا مان گئے
یار نے یار کو بے یار نہ رہنے دے کر
اپنے پہلو میں سلایا تو برا مان گئے
ثانی اثنین سنا کر کہ اسی کی تفسیر
ان کے من کا نہ سنایا تو برا مان گئے
ابوسفیان کے شہزادے کو خود مولیٰ حسن
سب میں اپنا جو بتایا تو برا مان گئے
کشف الاسرار میں لکھا جو خمینی نے تھا
میں نے جب سامنے لایا تو برا مان گئے
بغض صدیق کے چہرے پہ پڑے تھے کیڑے
آئینہ ہم نے دکھایا تو برا مان گئے
میں تو سنی ہوں نہیں کرتا تقیہ بازی
کفر کو کفر بتایا تو برا مان گئے
حفظ ناموس صحابہ کے لیے شہر بہ شہر
ہم نے اپنوں کو جگایا تو برا مان گئے
ان سے ایمان لٹیروں سے جو میں نے
ایماں عام لوگوں کا بچایا تو برا مان گئے
آستیں میں جو چھپے سانپ تھے وہ دیکھتے ہی
رفض کا نام مٹایا تو برا مان گئے
وہ سناتے رہے اصحاب کو گالی ہر دم
ہم نے کچھ شعر سنایا تو برا مان گئے
وہ رلاتے رہے ہر دور میں ہم کو اے جسیم
ہم نے تھوڑا جو رلایا تو برا مان گئے

□□□

از: مولانا انصار احمد مصباحی*

ان کے آگے وہ "حمزہ" کی جاں بازیاں

۱۵ / شوال المکرم، ۳ / ہجری، جنگ اُحد میں سید الشہداء حضرت امیر حمزہ کی شہادت ہوئی۔ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) آپ ﷺ کو حضرت حمزہ کی شہادت سے جتنا صدمہ پہنچا، اتنی تکلیف کبھی کسی حادثے سے نہیں ہوئی۔

حضرت امیر حمزہ نبی کریم ﷺ سے عمر میں دو سال بڑے تھے۔ اعلان نبوت کے دوسرے یا تیسرے سال ایمان لائے؛ پھر سایہ بن کر حضور پیارے نبی ﷺ کے ساتھ رہے اور شمع نبوت پر پروانہ بن کر نثار ہو گئے۔ حضور ﷺ سے آپ کے عشق کا یہ عالم تھا کہ ایک دن شکار سے واپس آئے تو کسی سے سنا کہ ابوجہل نے آپ ﷺ کی شان میں گستاخی کی ہے، آپ شکار کے ساز و سامان کے ساتھ ہی ابوجہل کے پاس حرم داخل ہوئے اور اسے کمان سے اس زور کا مارا کہ اس کا سر پھٹ گیا۔ واضح رہے؛ ابوجہل حضرت حمزہ کا رشتے میں بھائی تھا۔ ؎

پدر، مادر، برادر، مال و جاں ان پر فدا کر دیں
نبی ﷺ سے جو ہو بیگانہ اسے دل سے جدا کر دیں

خصوصیات

کبار صحابہ کرام میں ہونے کے علاوہ حضرت حمزہ کئی انفرادی خصوصیات کے مالک تھے، حضور رحمت عالم ﷺ کے سگے چچا ہونے کے ساتھ ساتھ آپ، حضور ﷺ کے رضاعی بھائی بھی ہیں؛ دونوں ہستیوں نے ثوبیہ کا دودھ پیا تھا، خلفائے اربعہ اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے سوا صحابہ میں آپ ہی کے نام کے ساتھ "امیر" لکھا جاتا ہے۔ مستدرک کی حدیث میں ہے:

" شید الشہداء حضرت امیر حمزہ ہیں اور وہ شخص ہے، جس نے ظالم اور ستم گر بادشاہ کے سامنے حق بات کہی اور بادشاہ نے اسے قتل کر دیا۔" (مستدرک: 4878)

حضور ﷺ نے سب سے پہلا جھنڈا آپ ہی کے لئے بنوایا تھا، پورے قبیلہ قریش میں آپ کی سخاوت و فیاضی، خوش اخلاقی، آپ کی بہادری، نرم مزاجی اور مہمان نوازی ضرب المثل تھی، بہادری کے قصے تو آج بھی زباں زد ہیں، جنگ احد میں جس میں آپ شہید ہوئے، ۳۱ / مشرکین حضرت حمزہ بن عبد المطلب کی برق رفتار تلوار کے کام آئے۔ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ)

فضائل

حضور سید عالم ﷺ نے صحابہ کی شان میں فرمایا ہے:

"لا تمس النار مسلما رآني أو رأى من رآني۔ ترجمہ: اس مسلمان کو جہنم کی آگ نہیں چھو سکتی، جس نے مجھے (حضور ﷺ کو) یا میرے کسی صحابی کو دیکھا ہو۔" (ترمذی: 4231)

ایک بار حضور اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا:

" گزری رات میں جنت میں داخل ہوا۔ میں نے دیکھا کہ (حضرت) حمزہ جنت میں ایک نورانی درخت پر ٹیک لگائے بیٹھے ہیں۔" (مستدرک: 4879)

شہادت کے بعد احد میں، ایک ٹیلے پر آپ کو دفن کیا گیا، کفن ایک ایسے کپڑے کا دیا گیا کہ سر کی طرف کرتے تو پیر کھل جاتا، پیر کی طرف کرتے تو سر کھل جاتا تھا، آخر کار سر چھپا کر پیر میں اذخر کی پتیاں دی گئیں۔ چالیس سال بعد شہدائے احد کی قبریں کھولی گئیں، تو سب کے جسم تر و تازہ تھے۔ قبروں سے کستوری کی خوش بو آ رہی تھی۔ حضرت حمزہ کے پیر پر کدال لگ گیا تو اس سے خون بہنے لگا، حضرت عبد اللہ (حضرت جابر کے والد) خون کی جگہ ہاتھ رکھتے تو خون بہنا بند ہو جاتا، آپ ہاتھ ہٹاتے تو وہ دوبارا بہنا شروع ہو جاتا، حضور رحمت عالم ﷺ نے شہدائے احد کے بارے میں فرمایا ہے کہ قیامت تک جو بھی انھیں سلام کریں گے، وہ سلام کا جواب دیں گے۔

□□□

از: مفتی غلام مصطفےٰ نعیمی*

شیر غرّان سطوت

جبیر بن مطعم کا شمار مکہ کے تعلیم یافتہ اور تحمل مزاجوں میں ہوتا تھا لیکن بدر کی ذلت آمیز شکست نے انہیں اندر سے ہلا کر رکھ دیا تھا۔ اسی جنگ میں ان کا چچا طُعیمہ بن عدی مارا گیا۔ خود انہیں قیدی بننے کی صعوبت اٹھانا پڑی۔ سرداران مکہ کی ایک بڑی تعداد اس جنگ میں کام آئی۔ عم رسول سیدنا امیر حمزہ رضی اللہ عنہ کی جنگی مہارت اور بے مثال شجاعت نے کافروں کو ایسا حواس باختہ کیا کہ وہ بدر کی شکست کے بعد بھی انہیں بھلا نہ سکے۔

جبیر بن مطعم بھی امیر حمزہ کے ہاتھوں اپنے چچا طُعیمہ کے قتل کو نہیں بھولے اس لیے انہوں نے رہائی کے فوراً بعد ایک ماہر نشانے باز وحشی بن حرب نامی ایک حبشی النسل غلام کو امیر حمزہ کے قتل پر آمادہ کیا اور یہ وعدہ کیا: إِنْ قَتَلْتَ حَمْزَةَ بِعَمِّي فَأَنْتَ حُرٌّ۔ (صحیح البخاری: رقم الحدیث 4072) اگر تم نے حمزہ کو میرے چچا کے بدلے میں قتل کر دیا تو تم آزاد ہو جاؤ گے، کسی بھی غلام کے لئے آزادی سے بڑی کوئی نعمت نہیں ہوتی، وحشی نے سودا منظور کر لیا۔

میدان احد میں کفار مکہ تین ہزار کا لشکر جرار لے کر مقابلے پر آئے۔ سرکار مدینہ علیہ السلام نے جب مقابلے کی بابت صحابہ کرام سے مشورہ فرمایا تو امیر حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نہایت بہادرانہ انداز میں عرض کیا: وَالَّذِي أَنْزَلَ عَلَيْكَ الْكِتٰبَ لَا أَطْعَمُ الْيَوْمَ طَعَامًا حَتّٰى أُجَالِدَهُمْ بِسَيْفِي خَارِجَ الْمَدِينَةِ۔ (سبل الہدیٰ: 4/275) اس ذات کی قسم جس نے آپ پر یہ کتاب نازل فرمائی، میں آج اس وقت تک کھانا نہیں کھاؤں گا جب تک مدینے سے باہر نکل کر ان سے مقابلہ نہ کر لوں۔

دیگر پر جوش اور نوجوان صحابہ کی بھی یہی رائے تھی اس لیے شہر کی بجائے باہر نکل کر جنگ لڑنا طے پایا اور وقت مقررہ پر لشکر اسلام مدینہ منورہ سے باہر میدان احد کی جانب نکل پڑا، جنگ ابتدا ہی سے نہایت سخت اور ہولناک تھی، تین ہزار فوجی، جن میں سات سو افراد زرہ پوش تھے۔ جوش انتقام میں کفار مکہ اس بار نہایت سخت جان بنے ہوئے تھے۔ پہلے ہی مرحلے میں کافروں کا علم بردار طلحہ بن ابو طلحہ حضرت علی کے ہاتھوں اور اس کے بعد اس کا بھائی عثمان بن ابو طلحہ حضرت حمزہ کے ہاتھوں مارا گیا۔

دو بھائیوں کی ہلاکت کے بعد تیسرے بھائی نے کافروں کا علم سنبھالا۔ اسے سعد بن وقاص نے واصل جہنم کیا۔ بعدہ یکے بعد دیگرے گیارہ افراد نے علم سنبھالا اور مارے گئے لیکن انتقامی جذبہ اس قدر اپھان پر تھا کہ ایک گرتا تو دوسرا فوراً ہی علم سنبھال لیتا، کفار مکہ کی یہ بے جگری ثابت کر رہی تھی کہ وہ جوش انتقام میں کس قدر جھلسے ہوئے تھے۔ ایسی قوم سے لڑنا دنیا کی کسی بھی قوم کے لیے آسان نہیں تھا۔ یہ تو مسلمانوں کا جذبہ ایمانی اور ذات رسول علیہ السلام سے بے پناہ عشق کا ثمرہ تھا کہ مٹھی بھر مسلمانوں نے ایسی جفا کش قوم کو نہایت بے جگری کے باوجود پہلے ہی مرحلے میں پیچھے ہٹنے پر مجبور کر دیا۔

حضرت امیر حمزہ ہمیشہ کی طرح میدان جنگ میں طاقت ور شیر کی طرح نظر آرہے تھے، جدھر رخ کرتے صفیں الٹ پلٹ ہو جاتیں۔ کسی کو ہمت نہ تھی کہ مقابلے میں کھڑا ہونے کی جرأت کرتا، سِباع بن عبد العزی غبشانی نامی شخص نے ہمت جٹائی اور للکار کر کہا: هَلْ مِنْ مُبَارِزٍ۔ اس کی للکار سن کر سیدنا حمزہ سامنے آئے اور فرمایا: يَا ابْنَ أُمِّ أَنْمَارٍ مُقَطِّعَةِ الْبُظُورِ، أَتُحَادُّ اللّٰهَ وَرَسُولَهُ۔ (ایضاً) اے ختنہ کرنے والی ام انمار کے بیٹے! تو اللہ اور اس کے رسول ﷺ سے لڑنے آیا ہے؟

یہ کہہ کر آپ نے اس پر حملہ کیا، ایک ہی وار میں سباع بن

اسلاف واخلاف

* مضمون نگار ماہنامہ سواد اعظم دہلی کے چیف ایڈیٹر ہیں۔

عبد العزیٰ مٹی کا ڈھیر ہو چکا تھا۔

ان کے آگے وہ حمزہ کی جاں بازیاں
شیر غرّان سطوت پہ لاکھوں سلام

حضرت امیر حمزہ کی دو دستی تلوار بدر کی طرح احد میں بھی بجلی کی طرح کوند رہی تھی۔ ان کی شیرانہ چال، بجلی سی سرعت اور بھاری بھر کم شخصیت کے آگے بند باندھنے کی ہمت کسی میں نہ تھی۔ امیر حمزہ کی شخصیت کا خوف ہی تھا کہ وحشی بن حرب جنہیں بطور خاص امیر حمزہ کے لیے تعینات کیا گیا تھا، ان کی ہمت بھی سامنے آنے کی نہ ہو سکی۔ وہ چٹانوں اور پتھروں کی آڑ میں چھپتے چھپاتے حضرت حمزہ پر نظر رکھے ہوئے تھے۔ سامنے آنے کی صورت میں زندہ رہ پانا ممکن نہیں تھا، وہ اسی تاک میں لگے رہے کہ حضرت حمزہ کی توجہ ہٹے اور وہ اپنا کام کریں۔

سباع بن عبد العزیٰ کی موت کے بعد وہ موقع آیا جب حضرت امیر حمزہ اس کی زرہ اٹھانے جھکے، ہلکی سی پھسلن ہوئی اور آپ کا پیٹ ذرا سا کھل گیا۔ وحشی اسی موقع کی تاک میں تھے، ان کے اپنے الفاظ ہیں:

"وَكَمَنْتُ لِحَمْزَةَ تَحْتَ صَخْرَةٍ فَلَمَّا دَنَا مِنِّي رَمَيْتُهُ بِحَرْبَتِي فَأَضَعُهَا فِي ثُنَّتِهِ حَتَّى خَرَجَتْ مِنْ بَيْنِ وَرِكَيْهِ۔ (ایضاً) میں ایک چٹان کے نیچے حمزہ رضی اللہ عنہ کی تاک میں تھا اور جوں ہی وہ مجھ سے قریب ہوئے، میں نے ان پر اپنا چھوٹا نیزہ پھینک کر مارا، نیزہ ان کی ناف کے نیچے لگا اور بدن کے پار ہو گیا۔"

حضرت حمزہ نے غضب ناک شیر کی طرح پلٹ کر دیکھا اور وحشی کی جانب جھپٹنا چاہا مگر وار نہایت کاری تھا۔ اندرونی آنتیں کٹ چکی تھیں۔ خون نہایت تیزی سے بہہ رہا تھا۔ اس لیے تمام تر قوت کے باوجود اللہ کا یہ شیر حملہ نہیں کر سکا، جب جسم پر زیادہ زور ڈالا تو نقاہت کی وجہ سے آپ زمین پر گر پڑے، اس طرح وہ ہاشمی آفتاب جس کی بہادری سے کفر کی تاریکیاں لرزہ براندام تھیں، وہ گہنا گیا۔ گھمسان کی جنگ اور مسلمانوں کا سب سے طاقت ور سپاہی خون سے وضو کر کے شہادت کا کفن اوڑھ چکا تھا۔

شہیدوں کا ترے شہرہ زمیں سے آسماں تک ہے
فلک سے بلکہ آگے بڑھ کے تیرے آستاں تک ہے

احد کی سرزمین حضرت حمزہ کے خون سے تر ہو چکی تھی۔ امیر حمزہ کے گرتے ہی حالات بدلنے لگے، مثل مشہور ہے: إذا سقط الجمل كثرت سكاكينه۔ جب اونٹ گرتا ہے تو چھریاں زیادہ چلتی ہیں۔ آپ کی شہادت نے بھاگتے ہوئے کافروں کو واپس پلٹا دیا۔ کمزور پڑتے دشمنوں میں نئی جان سی پڑ گئی اور دیکھتے ہی دیکھتے بازی پلٹ سی گئی۔ ایک حمزہ کے نہ ہونے سے جنگ کا نقشہ ہی بدل گیا۔ جاں نثاران مصطفیٰ اپنے آقا پر جانیں نچھاور کرتے گئے۔ شہیدوں کی تعداد ستّر تک پہنچ گئی۔

خود حضور سید عالم ﷺ نے زخم کھائے۔ دندان مبارک پر چوٹ آئی۔ اختتام جنگ کے بعد جب شہدا کی تلاش کی گئی تو آپ نے فرمایا: مَا فَعَلَ عَمّي۔ کوئی میرے چچا کی خبر سناؤ! تلاش بسیار کے بعد وادی کے وسط میں آپ کی نعش مبارک ملی، خبر ملتے ہی حضور ﷺ وہاں تشریف لائے۔ نظر نعش مبارک پر پڑی تو بے اختیار آنکھیں اشک بار ہو گئیں۔ جس دل میں نبی کی محبت کا چشمہ پھوٹتا تھا وہ نہایت بے حسی کے ساتھ نکال لیا گیا تھا۔ جن آنکھوں میں محبت رسول کے چراغ روشن رہتے تھے، انہیں ہند بنت عتبہ نے بے دردی کے ساتھ خراب کر دیا تھا۔

جسم مبارک کے ساتھ ایسا نازیبا اور بے رحمانہ سلوک کیا جو اس سے پہلے دیکھنے میں نہ آیا تھا۔ ایسے وفا شعار، ہم درد اور ٹوٹ کر محبت کرنے والے چچا کی یہ حالت دیکھ کر میرے حضور ﷺ کا دل بھر آیا، آنکھوں سے آنسوؤں کی برسات شروع ہو گئی، مصطفیٰ کیا روئے، کائنات رو پڑی۔ احد کی بے زبان وادیاں بھی غم مصطفیٰ میں سسک رہی تھیں، جاں نثاران مصطفیٰ کی سرخ آنکھیں بھی ان کے دلوں کا حال بیان کر رہی تھیں۔ کریم مصطفیٰ نے اپنے بہادر چچا کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا:

"رَحمَةُ اللّٰه عَلَيكَ فَإنّك كُنتَ كَمَا عَلِمتُكَ فعُولاً لِلخَيرَاتِ وَصُولاً لِلرّحمِ۔ آپ پر اللہ کی رحمتیں ہوں، جیسا میں آپ کو جانتا تھا، آپ بھلائیاں کرنے والے اور

* مترجم جامعۃ الرضا بریلی شریف کے صدر مفتی اور شیخ الحدیث ہیں۔

صلہ رحمی کرنے والے تھے۔"

شفیق چچا کی جدائی اور مظلومانہ شہادت کا غم نبی کریم ﷺ پر اس قدر طاری تھا کہ بوقت جنازہ بھی حضور کے لبوں سے امیر حمزہ کا نام اس طرح نکلا:

"یَاحَمْزَةُ یَاعَمَّ رَسُوْلِ اللّٰهِ وَأَسَدَ اللّٰهِ وَأَسَدَ رَسُوْلِهٖ، یَا حَمْزَةُ یَافَاعِلَ الْخَیْرَاتِ، یَاحَمْزَةُ یَاكَاشِفَ الْكُرَبَاتِ، یَاحَمْزَةَ یَاذَابًّا عَنْ وَجْهِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تعالىٰ علیه والِهٖ وسَلَّم۔ (شرح الزرقانی علی المواہب، ج 4، ص470) اے حمزہ! اے رسول اللہ کے چچا، اللہ اور اس کے رسول کے شیر! اے حمزہ، اے بھلائیوں میں پیش پیش رہنے والے۔ اے حمزہ! اے رنج و ملال اور پریشانیوں کو دور کرنے والے۔ اے حمزہ رسول اللہ کے چہرے سے دشمنوں کو دور بھگانے والے۔"

متعدد مرتبہ نماز جنازہ کا شرف پا کر اللہ و رسول کے شیر سیدنا امیر حمزہ وادی احد میں اپنے ساتھیوں کے ساتھ سپرد خاک کر دئے گئے۔ جہاں سرکار دوعالم ﷺ تاحین حیات حاضر ہوتے رہے، عہد رسالت سے لے کر آج تک اہل مدینہ اور اہل محبت بھی آستانہ امیر حمزہ پر سلامی کے لیے بصد احترام حاضر ہوتے ہیں اور ان کے فیوض و برکات سے دامن مراد کو بھرتے ہیں۔

احد کا میدان آج بھی سینہ تانے یہ اعلان کرتا ہے ؎

پاک فطرت ہے تری پاک نسب ہے تیرا
نام حمزہ، اسداللہ لقب ہے تیرا
ذکر ستم ہے فقط زیب حکایت کے لیے
ورنہ میدان میں ثانی کوئی کب ہے تیرا

❁❁❁

ص ۴۴ / کا بقیہ..........

مزید تقویت ایک واقعے سے ملی؛ آپ امام حماد رحمہ اللہ تعالیٰ کے حلقہ درس کے قریب تشریف فرما تھے کہ ایک خاتون حاضر ہوئی اور دریافت کیا" اگر کوئی شخص اپنی زوجہ کو سنت کے مطابق طلاق دینا چاہے، تو اس کا شرعی طریقہ کیا ہے؟" چونکہ اس وقت تک آپ کی توجہ فقہی جزئیات کے بجائے کلامی ابحاث پر تھی، اس لیے آپ نے اسے اپنے استاد حضرت حماد رحمہ اللہ تعالیٰ کی خدمت میں بھیج دیا اور تاکید کی کہ: وہ جو جواب دیں، واپسی پر مجھے اس سے آگاہ کرنا۔"

امام حماد رحمہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا" وہ شخص اپنی بیوی کو حالتِ طہر (پاکی کے ایام) میں طلاق دے جس میں اس نے قربت نہ کی ہو، پھر اس سے جدا رہے یہاں تک کہ اسے تین حیض گزر جائیں۔ تیسرے حیض کے اختتام پر جب وہ غسل کر لے گی، تو وہ دوسرے نکاح کے لیے آزاد ہو جائے گی۔"

یہ علمی جواب سن کر امام اعظم رحمہ اللہ تعالیٰ کے دل کی دنیا بدل گئی، آپ اسی لمحے وہاں سے اٹھے اور امام حماد رحمہ اللہ تعالیٰ کے حلقہ درس میں باقاعدہ شامل ہو گئے۔ آپ خود اس دور کی منظر کشی کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ" میں حضرت حماد کی گفتگو اور بصیرت کو ذہن نشین کر لیا کرتا تھا اور ان کے دروس مجھے لفظ بہ لفظ حفظ ہو جاتے۔" جب دیگر تلامذہ کوئی فقہی مسئلہ بیان کرتے اور اس میں چوک جاتے، تو آپ ان کی لغزشوں کی نشاندہی فرماتے۔ آپ کی غیر معمولی ذہانت اور علمی تڑپ کا مشاہدہ کرتے ہوئے استادِ محترم حضرت حماد رحمہ اللہ تعالیٰ نے حکم دیا" اے ابوحنیفہ! تم میرے بالکل سامنے (صدرِ مجلس) بیٹھا کرو۔" علم و حکمت کے اس چشمہ فیض سے سیراب ہونے کا یہ سلسلہ مسلسل دس سال تک جاری رہا۔ (ملخصا المناقب للموفق، ص88)

❁❁❁

ص ۵۲ / کا بقیہ..........

خود بھی نور ہیں اور نور (نبی ﷺ) کی بیٹی ہیں اور نور (حضرت علی) کی زوجہ ہیں اور نور (حضرت امام حسن) و نور (حضرت امام حسین) کی والدہ ہیں اور نور (اللہ تبارک و تعالیٰ) کی کنیز یعنی بندی، سبحان اللہ! سیدہ پاک نے نور سے کیا حصہ پایا ہے اور آپ کی ذات پاک سے نور کا کیسا تعلق ہے!

اللہ تعالیٰ ہم سب کو بھی اس نورِ پاک کا صدقہ عطا فرمائے اور نور ایمان سے بہرہ مند فرمائے، آمین۔

❁❁❁

از: عمران ظہور غازی*

قصیدہ بردہ شریف اور صاحب قصیدہ

مصر کے ایک مشہور بزرگ شرف الدین بوصیری گزرے ہیں، انہوں نے ایک غریب گھرانے میں آنکھ کھلی، جیسا کہ والدین بچوں کو اسکولوں یا مدرسوں میں تعلیم حاصل کرنے کے لئے بھیجتے ہیں، اسی طرح بوصیری کو بھی والدین نے مدرسے بھیجنا شروع کیا اور جلد ہی انھوں نے قرآن پاک حفظ کرلیا، اس کے بعد آپ کے والد کی خواہش تھی کہ اب آپ کچھ کام کاج کریں تاکہ گھر سے غربت کا خاتمہ ہو، جبکہ بوصیری ابھی مزید تعلیم حاصل کرنا چاہتے تھے، وہ ایک زیادہ روشن مستقبل چاہتے تھے۔

گھر میں باپ بیٹے کے درمیان کھینچا تانی شروع ہوگئی، آخرکار بوصیری نے اپنی والدہ کو اپنے ساتھ ملا کے والد سے مزید پڑھنے کی اجازت لے لی، اس کے بعد آپ نے تجوید، فقہ اور باقی ضروری مضامین پڑھے اور بچوں کو پڑھانا شروع کردیا، اس وقت تک آپ ایک دنیادار شخص تھے اور مادی کامیابیوں کو ہی ترجیح دیتے تھے، آپ غربت سے نجات حاصل کرنا چاہتے تھے۔

شاعری کا وصف آپ کو اللہ کی طرف سے ودیعت کیا گیا تھا، اب آپ بادشاہوں کی شان میں قصیدے بھی لکھتے تھے اور نئے شعرا کی اصلاح بھی کیا کرتے تھے، درس وتدریس سے بھی منسلک تھے، ایک دن آپ گھر سے باہر کہیں جارہے تھے، ایک شخص نے آپ کو روک کر پوچھا، کبھی محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بھی زیارت ہوئی؟ اس شخص کا یہ سوال کرنا امام بوصیری کی زندگی کو بدلنے کا سبب بن گیا۔

اب امام بوصیری نے اللہ کے محبوب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی حیات طیبہ کا بغور مطالعہ شروع کردیا، آپ جوں جوں مطالعہ کرتے جارہے تھے، آپ کے دل میں پیغمبر اسلام صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی محبت بڑھتی جارہی تھی، جوں جوں وقت گزررہا تھا، آپ کے دل میں نبی آخر الزماں محمد مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے عشق کی تڑپ بڑھتی جارہی تھی، اسی دوران میں انہیں فالج کا حملہ ہوگیا اور آپ صاحب فراش ہوگئے، اسی حالت میں پندرہ سال گزر گئے۔

وہ بادشاہ جن کے قصیدے امام بوصیری لکھتے تھے، انہوں نے پلٹ کے بھی نہ پوچھا، آپ بہت دل گرفتگی کے عالم میں ایک رات لیٹے ہوئے تھے، جب آپ نے سوچا کہ زندگی بھر دنیا کے بادشاہوں کے قصیدے لکھے، آج کیوں نہ ان کا قصیدہ لکھوں جن کے سامنے ان بادشاہوں کی کوئی اوقات نہیں، جب ٹوٹے ہوئے دل سے سچی محبت کے ساتھ الفاظ نکلے تو وہ بارگاہ رسالت مآب ﷺ میں مقبول ہوگئے جس کے بعد وہ الفاظ امر ہوگئے۔

اس سے پہلے بھی امام بوصیری نے عرب کے صحراؤں پہ، صحراؤں کے خیموں پہ اور خوش جمال چہروں پہ اشعار لکھے تھے لیکن اس رات وہ اس بدر الدجیٰ، شمس الضحیٰ کی شان بیان کررہے تھے جن کی خاطر رب کائنات نے اس دنیا اور اس کی ہر چیز کی تخلیق فرمائی، میرا یہ ایمان ہے کہ یہ کلام بھی رب کی ہی دین ہے اور اسی رب اسے انسان کے دل پہ القا فرمایا۔

جب آپ قصیدہ لکھ چکے تو آپ نے قلم دوات رکھی اور سوگئے، اسی رات آپ نے خواب دیکھا کہ وہ وجہ وجود کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تشریف لائے ہیں اور فرمایا کہ: اٹھ بوصیری! امام بوصیری نے کہا: میں ہزار جانوں سے قربان لیکن کیسے اٹھوں؟ میں تو فالج زدہ ہوں اور اٹھنے سے قاصر ہوں، طبیب کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنا دست شفقت ان کے جسم پہ پھیرا اور فرمایا: بوصیری! اٹھ اور مجھے وہ سنا جو تو نے لکھا ہے، امام بوصیری اٹھ بیٹھے اور جھوم جھوم کے سنایا ـــ

مولا یا صلی وسلم دائما ابدا

اے اللہ! دائمی اور ابدی سلامتی بھیج اپنے محبوب پر۔

میری آنکھیں آپ کی یاد میں آنسو بہا رہی ہیں اور رواں دواں ہیں۔

مدینہ پاک سے ٹھنڈی ہوا آرہی ہے، اندھیری رات میں بجلی چمک رہی ہے۔

میرے عشق کا تذکرہ لوگوں تک پہنچ چکا ہے۔ اب میرا راز محبت بھی نہیں چھپ سکتا اور نہ ہی میرا مرض ختم ہوگا۔

تیری محبت کی، میرے آنسو اور میری بیماری گواہی دے رہے ہیں۔ میں اپنے عشق کو کیسے چھپا سکتا ہوں۔

اے دل! اگر تو حضور (صلی اللہ تعالی علیہ وسلم) کا عاشق نہیں تو مکہ کو دیکھ کے آنسو کیوں بہاتا ہے۔

کیا محبت میں رونے والا عاشق خیال کرتا ہے کہ بہتے آنسوؤں اور سوختہ دل کی آڑ میں محبت کا راز چھپا پائے گا۔

تیری آنکھوں کو کیا ہوا ہے کہ تو انہیں آنسو روکنے کے لئے کہتا ہے اور یہ بہائے جا رہی ہیں۔

تیرے دل کو کیا ہو گیا ہے کہ سنبھلنے کی بجائے مزید غمناک ہو رہا ہے۔

جب رات مجھے محبوب (صلی اللہ تعالی علیہ وسلم) کا خیال آیا تو میں رات بھر جاگتا رہا۔

درد محبت نے میرے چہرے پہ آنسو اور رخساروں پہ زردی پیدا کردی ہے۔

اے غریبوں کا خیال رکھنے والے
اے دل گیروں کی دلجوئی کرنے والے
اے مظلوموں کا ہاتھ پکڑنے والے
اے سچ کہنے والے
اے گناہگاروں کا پردہ رکھنے والے
اے ازل کا نور

اے محمد صلی اللہ تعالی علیہ وسلم! آپ کے منہ میں آپ کے دانت ایسے ہیں جیسے سیپ کے اندر قیمتی موتی۔

اے اللہ! تو اپنے حبیب صلی اللہ تعالی علیہ وسلم پہ ابدی اور دائمی سلامتی نازل فرما۔

اب امام بوصیری جھوم جھوم کے پڑھ رہے ہیں اور محمد عربی صلی اللہ تعالی علیہ وسلم ان کی محبت کو قبول فرماتے ہوئے ان کے ساتھ سن رہے ہیں، جب قصیدہ ختم ہوا تو اللہ کے محبوب صلی اللہ تعالی علیہ وسلم اتنے خوش ہوئے کہ اپنی چادر (بردہ) مبارک اتار کے انہیں مرحمت فرمائی، اس کے ساتھ ہی ان کی آنکھ کھل گئی، دیکھا تو چادر ان کے پاس ہی رکھی ہوئی تھی، وقت دیکھا تو تہجد کا وقت تھا۔

امام بوصیری پندرہ سال کے بعد ہشاش بشاش صحت مند اٹھے، فالج کا کہیں دور دور تک نام ونشان بھی نہیں تھا، وضو کیا اور مسجد کا رخ کیا کہ تہجد ادا کریں، گھر سے نکلے تو ایک فقیر نے آواز لگائی: ہمیں بھی تو سناؤ وہ قصیدہ! امام بوصیری نے تجاہل عارفانہ سے کہا: کون سا؟ فقیر نے کہا: وہی جس کے بدلے یہ بردہ بھی ملا، مجذوب نے چادر کی طرف اشارہ کیا اور آنکھوں سے اوجھل ہو گیا۔

اس قصیدے میں ۱۰۰/سے اوپر اشعار ہیں اور کسی شعر میں لفظ "بردہ" استعمال نہیں ہوا لیکن جو چادر آپ کو دی گئی اس کی مناسبت سے اس کا نام "قصیدہ بردہ" شریف زبان زد خاص و عام ہو گیا اور نبی کریم صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کی بارگاہ میں شرف قبولیت کے سبب آج تک اس کا ورد جاری وساری ہے۔

مولا یا صلی وسلم دائما ابدا

□□□

قارئین کرام توجہ فرمائیں

ادارہ ہر ماہ پابندی کے ساتھ آپ کو رسالہ بھیجتا ہے مگر ڈاک کی لاپرواہی کی وجہ سے کچھ لوگوں کو رسالہ نہیں پہنچ پاتا، ایسے ممبران سے التماس ہے کہ ہمیں فون کر کے مطلع فرمائیں تاکہ محکمۂ ڈاک میں شکایت کر کے رسالہ پہنچایا جا سکے۔
8755096981 پر ہمیں ضرور مطلع فرمائیں۔

(از: مولانا محمد عالم اشرفی نوری*

امام اعظم اور علم کلام

اسلامی علوم میں علمِ کلام کو ایک بنیادی اور امتیازی حیثیت حاصل ہے، کیونکہ یہی وہ علم ہے جو عقائد اسلامیہ کی حفاظت، توضیح اور ان پر وارد ہونے والے شبہات کے ازالے کا فریضہ انجام دیتا ہے۔ جب امتِ مسلمہ کو فکری و اعتقادی چیلنجز کا سامنا ہوا، تو ائمۂ دین نے کتاب و سنت اور عقلِ سلیم کی روشنی میں عقائدِ حقہ کی بنیادوں کو مضبوط کیا۔

ائمۂ اہلِ سنت میں امامِ اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کا مقام نہایت بلند و منفرد ہے، آپ نہ صرف فقہ اسلامی کے امام ہیں بلکہ علمِ کلام کے اولین مدوّن، فقہ اکبر کے معمار اور باطل فرقوں کے مقابل اہلِ سنت کے عقائد کے سب سے مضبوط ترجمان بھی ہیں، آپ نے فکری انحرافات کے اس دور میں کلامی مناظروں اور مدلل مباحث کے ذریعے دینِ حق کا دفاع فرمایا اور اسلامی عقائد کو ایک منظم علمی قالب عطا کیا۔

زیرِ نظر مقالہ میں امامِ اعظم رضی اللہ عنہ کے علمِ کلام سے تعلق، اس کی حقیقت و ضرورت اور فقہ اکبر کی روشنی میں اہلِ سنت کے اعتقادی منہج کو اجمالی مگر جامع انداز میں پیش کرنے کی کوشش کی گئی ہے، اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ اس کاوش کو قبول فرمائے اور اسے نفعِ عام کا ذریعہ بنائے، آمین۔

علم کلام کی تعریف

کلام کے لغوی معنی گفت گو اور قول کے ہیں، جب کہ نحو کی اصطلاح میں کلام اُس مکمل اور مفید بات کو کہا جاتا ہے جس سے یا تو کسی واقعے کی خبر ملے یا کسی امر کا مطالبہ سمجھ میں آئے، اصطلاحی اعتبار سے علمِ کلام کی تعریف کے تعین میں اگرچہ اہلِ علم کے درمیان کچھ اختلاف پایا جاتا ہے، لیکن یہ اختلاف حقیقت میں جوہری نہیں بلکہ زیادہ تر تعبیر اور اندازِ بیان کا ہے۔

اس باب میں سب سے قدیم اور معتبر تعریف وہ ہے جو امامِ اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے منقول ہے، جو علمِ کلام کی اساس اور اس کے دائرۂ کار کو نہایت جامع اور واضح انداز میں متعین کرتی ہے:

"الفقه معرفة النفس ما يجوز لها من الاعتقادات و العمليات و ما يجب عليها منهما۔۔۔ وما يتعلق منها بالاعتقاديات هو الفقه الاكبر وما يتعلق بالعمليات فهو الفقه۔ (اشارات المرام، ص15) ترجمہ: فقہ انسان کا ان اعتقادات اور عملی احکام سے واقف ہونا ہے، جو اس کے لیے جائز ہیں اور جو اس پر واجب ہے۔۔۔۔ اس میں سے جو احکام اعتقادات سے متعلق ہوں، وہ "فقہ اکبر" ہے اور جو عملی مسائل سے متعلق ہوں، وہ "فقہ" ہے۔"

فقہ اکبر دراصل علمِ کلام ہی کا دوسرا نام ہے۔ اس تعریف کے ذریعے علمِ کلام کی ماہیت بھی واضح ہوتی ہے اور اس کا مقام و مرتبہ بھی نمایاں ہو جاتا ہے۔ اس کا بلند مرتبہ اس بات سے ظاہر ہے کہ اسے فقہ کے مقابلے میں فقہ اکبر کہا گیا، جبکہ اس کی حقیقت یہ ہے کہ علمِ کلام اسلامی عقائد کی توضیح و تبیین سے بحث کرتا ہے۔ اس علم میں وہ عقائد بھی شامل ہیں جن پر ایمان لانا انسان پر لازم ہے اور وہ بھی جن کا عقیدہ رکھنا جائز ہے اگرچہ لازم نہیں۔ بعد کے اہلِ علم نے اس تعریف کو مزید وسعت دی اور اس میں دلائل و براہین کی شرط کا اضافہ کیا۔

اسی بنا پر علامہ نجم الدین عمر ابو حفص نسفی ماتریدی رحمہ اللہ کی عقائد نسفیہ کی شرح میں علامہ سعد الدین تفتازانی رحمہ اللہ نے علمِ کلام کی حقیقت پر روشنی ڈالی ہے، لکھتے ہیں:

"قد سموا ما يفيد ۔۔۔۔۔۔ معرفة العقائد عن ادلتها

* مضمون نگار جامعہ نوریہ رضویہ باقر گنج بریلی شریف کے استاذ ہیں۔

بالکلام" (شرح العقائد النسفیہ ص10)

آگے چل کر اس تعریف میں مزید وسعت پیدا کی گئی، چنانچہ قاضی عضد الدین نے اپنی کتاب المواقف میں علمِ کلام کی تعریف یوں بیان فرمائی ہے:

"علمٌ يقتدرُ معه على إثباتِ العقائدِ الدينيّة بإيرادِ الحججِ ودفعِ الشبهاتِ عنها۔ (المواقف: ج1 / ص31) یعنی علمِ کلام وہ علم ہے جس کے ذریعے دینی عقائد کو دلائل کے ساتھ ثابت کرنے اور ان پر وارد ہونے والے شبہات کو دور کرنے کی قدرت حاصل ہوتی ہے۔"

خلاصہ تعریفات

علمِ کلام ایسا علمی فن ہے جس کا مقصد اسلامی عقائد کو شرعی نصوص اور عقلی براہین کی روشنی میں مستحکم کرنا اور ان کے خلاف اٹھائے جانے والے شبہات اور اعتراضات کا مدلل جواب دینا ہے، چاہے یہ اعتراضات اسلام سے نسبت رکھنے والے گمراہ گروہوں کی جانب سے ہوں یا غیر مسلموں کی طرف سے۔

علمِ کلام کے مختلف نام اور ان کی وجہ تسمیہ

علمِ کلام کو مختلف ادوار میں مختلف ناموں سے پکارا گیا ہے، جن کی تفصیل درج ذیل ہے:

علم الفقہ الاکبر: یہ نام امام اعظم ابو حنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ نے دیا۔ آپ کے نزدیک عقائد کا علم، احکامِ ظاہری کے علم سے افضل ہے، اسی لیے آپ نے اسے فقہ اصغر (فروعی مسائل) کے مقابلے میں "فقہ اکبر" کا نام دیا۔

علم اصول الدین: امام ابو الحسن اشعری رحمہ اللہ تعالیٰ نے علمِ کلام پر اپنی مشہور کتاب کا نام "الابانة عن اصول الديانة" رکھا، اسی طرح علامہ عبد القادر بغدادی اشعری رحمہ اللہ تعالیٰ نے بھی اس موضوع پر اپنی تصنیف کا نام "اصول الدین" رکھا، کیونکہ یہ علم دین کی بنیادوں (عقائد) سے بحث کرتا ہے۔

علم العقائد: چونکہ اس علم کا بنیادی مقصد عقائد اسلامیہ کی تشریح و اثبات ہے، اس لیے اسے "علم العقائد" کہا گیا۔ جیسا کہ امام ابو جعفر طحاوی رحمہ اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب کا نام "العقیدة الطحاویہ" رکھا، امام غزالی رحمہ اللہ تعالیٰ نے "قواعد العقائد" اور علامہ نسفی رحمہ اللہ تعالیٰ نے "العقائد النسفیہ" کے نام سے کتب تحریر کیں۔

علم التوحید والصفات: علامہ تفتازانی رحمہ اللہ تعالیٰ نے "شرح عقائد نسفی" کے مقدمے میں ذکر کیا ہے کہ اس علم کو "علم التوحید والصفات" بھی کہا جاتا ہے، کیونکہ اس میں باری تعالیٰ کی وحدانیت اور اس کی صفاتِ کمالیہ سے بحث کی جاتی ہے۔

علمِ کلام: اس کی سب سے مشہور وجہ یہ ہے کہ جب متکلمین (مثلاً امام ابو الحسن اشعری یا قاضی عبد الجبار معتزلی وغیرہ) اس علم کے مسائل پر بحث کرتے تو عموماً اپنی بات کا آغاز اس جملے سے کرتے تھے: "الکلام فی کذا..." (یعنی اس مسئلے کے بارے میں کلام یہ ہے) اسی کثرتِ استعمال کی وجہ سے یہ نام علمِ کلام کے طور پر معروف ہو گیا۔

علمِ کلام کی غرض وغایت

اس علم کی غایت (مقصد) درج ذیل نکات میں پنہاں ہے:

- ☐ اللہ تعالیٰ کی ذات، اس کی صفات اور اس کے افعال کی معرفت حاصل کرنا۔
- ☐ اسلامی دین پر یقین کو پختہ کرنا، قطعی دلائل کے ذریعہ دینی عقائد کو ثابت کرنا اور ان سے متعلق شکوک وشبہات کو دور کرنا۔

علمِ کلام کا موضوع

- ☐ جہاں تک علم الکلام کے موضوع کا تعلق ہے، تو وہ ایسی معلوم اشیاء ہیں جن کے ذریعے دینی عقائد کو ثابت کیا جا سکے، خواہ وہ تعلق قریبی ہو یا دور کا۔
- ☐ کیونکہ ہر اس علم کا موضوع جس میں کسی شے کے ذاتی احوال (جو اسے لاحق ہوتے ہیں) سے بحث کی جائے، وہ خود وہی شے ہوتی ہے اور اس میں کوئی شک نہیں کہ یہ علم (علم الکلام) صانعِ عالم (اللہ تعالیٰ) کے احوال جیسے اس کا قدیم ہونا، وحدانیت، قدرت اور ارادہ وغیرہ سے بحث کرتا ہے، جو کہ ایک اسلامی عقیدہ ہے۔
- ☐ اسی طرح یہ علم "اجسام" اور "اعراض" (صفات) کے احوال

جیسے ان کا حادث ہونا (نئی پیدا ہونے والی اشیاء) اللہ کی طرف ان کی محتاجی، ان کی ترکیب، فنا ہو جانا اور اس طرح کی دیگر باتوں سے بھی بحث کرتا ہے۔

یہ سب بھی اس لیے ہے تا کہ ان سے اللہ تعالیٰ کی ہستی اور اس کے عقائد پر دلیل لی جا سکے؛ کیونکہ جسم کی ترکیب اور اس کا فنا ہونا اس بات کی دلیل ہے کہ وہ اپنے وجود کے لیے کسی اور کا محتاج ہے، اور ہر وہ شے جو محتاج ہو وہ حادث (مخلوق) ہوتی ہے اور یہی چیز دینی عقائد کو ثابت کرنے کے لیے "معلوم" کہلاتی ہے۔

علم کلام کی ضرورت

متقدمین صحابہ و تابعین کرام (رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین) حضور نبی کریم ﷺ کے زمانہ مبارکہ سے قریب ہونے کے سبب اسلامی معتقدات میں ہر قسم کے شکوک و شبہات سے پاک تھے، اس کے بعد جب زمانہ نبی اکرم ﷺ سے دور ہوا تو لوگوں میں علمی اختلافات پیدا ہونے لگے، نئے نئے فتنے رونما ہوئے اور خواہشاتِ نفس کی پیروی کی جانے لگی۔ اس صورت حال میں علمائے کرام نے غور و فکر کے ذریعے اسلامی عقائد کو منظم کیا اور اسلام پر ہونے والے اعتراضات کے مدلل جوابات پیش کیے۔

اختلاف کرنے والوں میں معتزلہ وہ سب سے پہلا گروہ ہے جس نے اہل سنت و جماعت کے عقائد کے خلاف بنیاد ڈالی۔

فلسفہ اور علمِ کلام

بعد ازاں جب یونانی فلسفہ عربی زبان میں منتقل ہوا، تو جو لوگ شریعت کی مخالفت کرتے تھے وہ فلسفے میں مشغول ہو گئے اور انھوں نے فلسفے کو علمِ کلام میں خلط ملط کر دیا۔ یہاں تک کہ علمِ کلام اور فلسفہ دونوں کا امتیاز ختم ہونے کے قریب پہنچ گیا تھا؛ اگر علمِ کلام سمعیات (وہ امور جو صرف وحی سے معلوم ہوں) پر مشتمل نہ ہوتا، تو فلسفہ مکمل طور پر علمِ کلام میں داخل ہو جاتا۔ یہی وہ مرحلہ ہے جسے "متاخرین کا علمِ کلام" کہا جاتا ہے۔

یعنی متقدمین کا علمِ کلام فلسفے سے بالکل پاک تھا، جبکہ متاخرین متکلمین کے علمِ کلام میں فلسفے کی کافی آمیزش ہو گئی تھی۔

اسی لیے یہ ضرورت پیش آئی کہ علمِ کلام کو باقاعدہ طور پر مدون (Systematize) کیا جائے۔

سلف صالحین کا موقف اور علم کلام کی فضیلت

سلف صالحین سے علمِ کلام کے بارے میں جو کراہت یا ممانعت وارد ہوئی ہے، اس کا نچوڑ "شرح العقائد" کی اس عبارت میں ہے کہ:

"وبالجملة هو أشرف العلوم لكونه أساس الأحكام الشرعية، ورئيس العلوم الدينية، وكون معلوماته: العقائد الاسلامية۔" (شرح العقائد النسفیۃ للتفتازانی المجلد-1 الصفحۃ 12) بالجملہ، وہ اشرف العلوم ہے؛ کیونکہ یہ احکامِ شرعیہ کی جڑ اور تمام علوم دینیہ کا سردار ہے، اس کی معلومات کے اسلامی عقائد ہونے کی وجہ سے۔"

جہاں تک اس علم سے دور رہنے یا اس کی ممانعت کا تعلق ہے، تو وہ درج ذیل مخصوص طبقات کے لیے ہے:

متعصب لوگ: وہ لوگ جو حق ظاہر اور واضح ہو جانے کے باوجود اپنے عناد کی وجہ سے دین کی طرف نہ آنا چاہیں اور علمِ کلام کے ذریعے حاصل ہونے والی مناظرے کی قوت کو صرف جھگڑے کے لیے استعمال کریں۔

کم فہم افراد: وہ لوگ جو مسائل اور دلائل کی تہ تک پہنچنے کی صلاحیت نہیں رکھتے اور اس علم کو پڑھ کر خود شکوک و شبہات میں مبتلا ہو سکتے ہوں۔

مفسدین: وہ لوگ جو اس علم کو سیکھ کر بھولے بھالے مسلمانوں کے دلوں میں شبہات پیدا کریں اور ان کے عقائد کو بگاڑنے کی کوشش کریں۔

اگر مذکورہ بالا خرابیاں موجود نہ ہوں، تو اس علم کو حاصل کرنا انتہائی ضروری ہے؛ کیونکہ تمام علوم کا تعلق اسی علم سے ہے، جیسا کہ پہلے ذکر کیا گیا کہ امامِ اعظم ابو حنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ نے علمِ کلام کو "فقہِ اکبر" قرار دیا ہے۔ اس علم کا سیکھنا فرض کفایہ ہے جیسا کہ علم کلام کے متعلق علامہ ابن حجر مکی مشکوٰۃ شریف کی شرح میں بیان فرماتے ہیں:

"انہ آکد فروض الکفایات، بل ھو فرض عین اذا وقعت شبھۃ توقف حلھا علیہ۔" (فتح الادلۃ فی شرح المشکوٰۃ، ج1 ص566)

مذکورہ بالا مضمون سے آپ حضرات نے علم کلام کے بارے میں کسی حد تک آشنائی حاصل کر لی ہوگی، چونکہ یہ سیمینار امام اعظم رحمہ اللہ تعالیٰ کے متعلق ہے، امام اعظم رحمہ اللہ تعالیٰ کی شان کا اندازہ بخاری شریف کی اس حدیثِ مبارکہ سے لگایا جا سکتا ہے جس کے راوی حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں:

"حَدَّثَنِي عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ، قَالَ: حَدَّثَنِي سُلَيْمَانُ بْنُ بِلَالٍ، عَنْ ثَوْرٍ، عَنْ أَبِي الْغَيْثِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، قَالَ: كُنَّا جُلُوسًا عِنْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ، فَأُنْزِلَتْ عَلَيْهِ سُورَةُ الْجُمُعَةِ وَآخَرِينَ مِنْهُمْ لَمَّا يَلْحَقُوا بِهِمْ، قَالَ: قُلْتُ: مَنْ هُمْ يَا رَسُولَ اللَّهِ، فَلَمْ يُرَاجِعْهُ حَتَّى سَأَلَ ثَلَاثًا، وَفِينَا سَلْمَانُ الْفَارِسِيُّ، وَضَعَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَدَهُ عَلَى سَلْمَانَ، ثُمَّ قَالَ: لَوْ كَانَ الْإِيمَانُ عِنْدَ الثُّرَيَّا لَنَالَهُ رِجَالٌ أَوْ رَجُلٌ مِنْ هَؤُلَاءِ۔ (بخاری شریف، حدیث 4897) ترجمہ: ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھے ہوئے تھے کہ سورۃ الجمعہ کی یہ آیتیں نازل ہوئیں: و آخرین منھم لما یلحقوا بھم۔ راوی بیان کرتے ہیں میں نے عرض کی یا رسول اللہ! یہ دوسرے کون لوگ ہیں؟ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کوئی جواب نہیں دیا۔ آخر یہی سوال تین مرتبہ کیا۔ مجلس میں سلمان فارسی رضی اللہ عنہ بھی موجود تھے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان پر ہاتھ رکھ کر فرمایا اگر ایمان ثریا پر بھی ہوگا تب بھی ان لوگوں (یعنی فارس والوں) میں سے اس تک پہنچ جائیں گے یا یوں فرمایا کہ ایک آدمی ان لوگوں میں سے اس تک پہنچ جائے گا۔"

حضرت علامہ جلال الدین سیوطی نے اس حدیث کو متعدد ماخذوں کے حوالے سے اپنی کتاب "تبییض الصحیفۃ فی مناقب ابی حنیفۃ" میں تحریر فرمایا ہے:

"فھذا اصل صحیح یعتمد علیہ فی البشارۃ والفضیلۃ فی الآخرۃ الی ابی حنیفۃ۔"

امام اعظم اور علم کلام ومناظرہ

اسلام جب دنیا کے مختلف خطوں میں پھیلا اور جب مختلف طبیعتوں کے لوگ مسلمان ہوئے تو ان کے درمیان عربوں جیسی سادہ مزاجی نہ تھی، بلکہ ان کے مزاج نکتہ آفریں تھے۔ اس بنا پر ان کے دلوں میں متعدد سوالات جنم لیتے تھے جس کی وجہ سے مسلمانوں میں مختلف مذہبی فرقوں کا وجود ہوا اور پھر اسلام کے تعلق سے بحث ومباحثہ اور مناظرہ ہونے لگا۔

امام اعظم رحمہ اللہ تعالیٰ کی زندگی میں چند فرقے جیسے کہ شیعہ، خوارج، مرجئہ، قدریہ اور جبریہ؛ یہ تمام فرقے اسلامی عقائد سے منحرف تھے، لیکن ان فرقوں کی سرکوبی کے لیے امام اعظم رحمہ اللہ تعالیٰ نے اپنی جوانی کے ایام میں جم کر ان حضرات سے مناظرہ کیا اور ان کے عقائد کے بطلان کو ثابت کیا۔ چونکہ ان فرقوں نے حقیقت ایمان، مرتکب کبیرہ کا حکم، تقدیر کا مسئلہ اور جبر واختیار جیسے مسائل میں بہت کشمکش پیدا کر دی تھی، ان سب کا رد امام اعظم رحمہ اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب "الفقہ الاکبر" میں بیان فرمایا ہے۔ اس اعتبار سے امام اعظم رحمہ اللہ تعالیٰ علم کلام کے مدونِ اول ہوئے اور آپ نے ان لوگوں سے بارہا مناظرے کیے۔ آپ خود بیان فرماتے ہیں:

"كُنْتُ أُعْطِيتُ جَدَلًا فِي الْكَلَامِ وَأَصْحَابُ الْأَهْوَاءِ فِي الْبَصْرَةِ كَثِيرَةٌ، فَدَخَلْتُهَا نَيِّفًا وَعِشْرِينَ مَرَّةً، وَرُبَّمَا أَقَمْتُ بِهَا سَنَةً أَوْ أَكْثَرَ أَوْ أَقَلَّ ظَنًّا أَنَّ عِلْمَ الْكَلَامِ أَجَلُّ الْعُلُومِ۔ (کردری، ج:1 ص121) ترجمہ: مجھے کلامی مباحث میں جدل ومناظرہ کا ملکہ عطا کیا گیا تھا، چونکہ بصرہ میں باطل فرقے بکثرت موجود تھے تو میں ان سے مناظرہ کرنے کے لیے 20 مرتبہ سے زیادہ بصرہ گیا اور کبھی کبھی میں وہاں سال بھر یا اس سے کم وبیش ٹھہرا رہتا، اس لیے کہ میرا گمان یہ تھا کہ یہ (علم کلام) عظیم ترین علم ہے۔"

آپ رحمہ اللہ تعالیٰ کے متعلق جو مشہور کیا جاتا ہے کہ فقہ اکبر امام اعظم رحمہ اللہ تعالیٰ کی کتاب نہیں ہے بلکہ یہ کسی اور کی

کتاب ہے، اس کا رد کرتے ہوئے عبد القادر قرشی "الجواہر المضیہ" میں رقم طراز ہیں:

"ھذا کلام المعتزلۃ و دعواھم انہ لیس لہ فی علم الکلام لہ تصنیف۔ (الجواہر المضیہ ج:2 ص 461) یہ معتزلہ کی بات ہے اور ان کا دعوی ہے کہ امام اعظم رحمہ اللہ تعالیٰ کی علم کلام میں کوئی کتاب نہیں ہے۔"

حضرت علامہ بیاضی نے "اشارات المرام" میں علم کلام کے موضوع پر امام اعظم رحمہ اللہ تعالیٰ کی جن تصانیف کی نشاندہی کی ہے وہ یہ ہیں، لکھتے ہیں:

"املاھا علی اصحابہ من الفقہ الاکبر، الرسالہ، الفقہ الأبسط، العالم والمتعالم، و الوصیۃ۔ امام اعظم رحمہ اللہ تعالیٰ نے اپنے اصحاب سے یہ کتابیں املا کرائیں: الفقہ الاکبر، الرسالہ، الفقہ الابسط، العالم والمتعالم اور الوصیۃ۔"

امام اعظم رحمہ اللہ تعالیٰ نے اپنی اس مایہ ناز تصنیف (الفقہ الاکبر) میں اہل سنت و جماعت کے عقائد کو درج ذیل ابواب اور عنوانات کے تحت تفصیل سے بیان فرمایا ہے:

(1) وحدانیۃ اللہ تعالیٰ (اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کا بیان)---

(2) الصفات الذاتیۃ والفعلیۃ (اللہ کی ذاتی اور فعلی صفات کا ذکر)-----(3) صفات اللہ آزلیۃ (اللہ کی صفات کے ازلی و قدیم ہونے کا بیان)-----(4) القول فی القرآن (قرآن کریم کے کلامِ الٰہی ہونے کا مسئلہ)---(5) القول فی الصفات (صفاتِ باری تعالیٰ کی حقیقت پر کلام)-----

(6) القول فی القدر (تقدیر اور خیر وشر کے فیصلے کا بیان)---

(7) ما فطر اللہ علیہ الناس (انسانی فطرت اور تخلیق کا بیان)--

(8) الطاعات محبوبۃ للہ والمعاصی مقدورۃ غیر محبوبۃ (نیکیوں پر رضا اور گناہوں پر اللہ کی قدرت کی وضاحت)-----(9) القول فی عصمۃ الأنبیاء (انبیاء کرام علیہم السلام کی معصومیت کا بیان)

----(10) القول فی الرسول صلی اللہ علیہ وسلم (حضور ﷺ کی رسالت اور مقام کا ذکر)---(11) المفاضلۃ بین الصحابۃ (صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے مراتب کا بیان)---

(12) لا یکفر مسلم بذنب مالم یستحلہ (گناہ کی وجہ سے کسی مسلمان کی تکفیر نہ کرنے کا قاعدہ)-----(13) ذکر بعض من عقائد أہل السنۃ (اہل سنت کے دیگر اہم عقائد کا تذکرہ)---(14) آیات الأنبیاء و کرامات الأولیاء حق (معجزات اور کرامات کے برحق ہونے کا بیان)---(15) رؤیۃ اللہ فی الآخرۃ (آخرت میں اللہ تعالیٰ کے دیدار کا ثبوت)------(16) تعریف الإیمان (ایمان کی شرعی تعریف اور ماہیت)---(17) علاقۃ الإسلام والإیمان (اسلام اور ایمان کے باہمی تعلق کی وضاحت)

----(18) معرفتنا باللہ تعالیٰ (اللہ تعالیٰ کی پہچان اور معرفت کا بیان)---(19) شفاعۃ الأنبیاء والمیزان والحوض (شفاعتِ انبیاء، میزانِ عدل اور حوضِ کوثر کا ذکر)------

(20) الجنۃ والنار لا تفنیان (جنت اور دوزخ کے ہمیشہ باقی رہنے کا بیان)-----(21) عذاب القبر (قبر کے احوال اور عذاب کے حق ہونے کا ذکر)-----(22) معنی القرب والبعد (اللہ سے روحانی قرب اور دوری کی حقیقت)------

(23) القول فی تفاضل آیات القرآن (قرآنی آیات کی فضیلت اور مراتب کا بیان)---(24) أبناء رسول اللہ و بناتہ (رسول اللہ ﷺ کی صاحبزادوں اور صاحبزادیوں کا ذکرِ خیر)---(25) أشراط الساعۃ۔ (قیامت کی نشانیوں اور علامات کا بیان)

امام اعظم کا علم کلام سے علم فقہ کی طرف راغب ہونا

امام اعظم رحمہ اللہ تعالیٰ نے علمِ کلام میں غواصی کر کے اس فن میں کمال حاصل کیا اور ایک طویل مدت تک کلامی مباحث اور مناظروں میں سرگرم رہے۔ پھر آپ کے دل میں یہ بات آئی کہ صحابہ کرام اور تابعین عظام (رضی اللہ تعالیٰ عنہم) اس قسم کے مناظروں میں مشغول نہیں ہوتے تھے، حالانکہ وہ علمِ کلام کی حقیقت کو دوسروں سے بہتر جاننے والے تھے۔ وہ حضرات اپنی تمام تر توانائیاں شرعی و فقہی مسائل کی گہرائی حاصل کرنے اور ان کی ترویج و اشاعت میں صرف فرماتے تھے۔ اس احساس کے بیدار ہوتے ہی آپ کی توجہ مناظروں سے ہٹنے لگی۔

آپ رحمہ اللہ تعالیٰ کے اس رجحان کو بقیہ ص ۳۷ پر

از: مفتی مشتاق احمد قادری عزیزی امجدی*

جز من و چند کتابے و دوات و قلمے

اوجِ جدّ کا ایک مطالعہ! ۱۴۴۷ھ

یہ عنوان اعلیٰ حضرت امام احمد رضا فاضلِ بریلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ایک رباعی کا مصرع ہے پوری رباعی یہ ہے؛ ؎

نہ مرا نوش ز تحسین نہ مرا نیش ز طعن

نہ مرا گوش بمدح نہ مرا ہوش ذمے

منم کنج خمولی کہ نہ گنجد در وے

جز من و چند کتابے و دوات و قلمے

ترجمہ یہ ہے: مجھے اِس بات کی کوئی فکر نہیں کہ کون میری تعریف کر رہا ہے اور کون میری مذمت کر رہا ہے، بس مجھے ضرورت ہے تو صرف اس کی کہ ایک گوشۂ تنہائی ہو جہاں میرے سوا کوئی نہ ہو صرف قیمتی اثاثہ چند دینی کتابیں قلم اور دوات ہو، راقم الحروف نے اِس رباعی کا منظوم ترجمہ بھی کیا ہے جو یہ ہے؛ ؎

فکر تعریف نہ پرواہِ ملامت ہے مجھے

خبر مدحت نہ مذمت کو مرا کان سنے

میں اور تنہائی کہ نہ اُس میں کوئی بھی پہنچے

ما سوا کتب و دوات اور قلم کے میرے

پروفیسر یاسر رضا باندوی کے ذریعہ معلوم ہوا کہ حضور محدثِ اعظم کچھوچھوی نے بھی اس کا ترجمہ فرمایا ہے جو یہ ہے؛ ؎

نہ ستائش کی تمنا نہ مجھے خطرۂ ذم

نہ مجھے واہ کی پرواہ نہ مجھے آہ کا غم

مَیں ہوں اس گوشۂ تنہائی کا رہنے والا

کہ جہاں چند کتابیں ہیں دوات اور قلم

اس رباعی سے متعلق پروفیسر منیر الحق کعبی فاروقی (گجرات) لکھتے ہیں:

’’رضا بریلوی رحمۃ اللہ علیہ خود اپنی سیرت و شخصیت ایک رباعی میں بیان کرتے ہیں اور ظاہر کہ خود شاعر (۲) سے زیادہ اُس کی ذات اور کون جان سکتا ہے۔‘‘

پروفیسر کعبی صاحب آگے اور لکھتے ہیں:

’’یہ رباعی اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی شخصیت کی بھر پور عکاسی ہے مولوی محمد حسین میرٹھی نے چند سال اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے نقلِ فتاویٰ کی خدمت سر انجام دی وہ فرماتے ہیں؛ اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ ضعیف الجثہ اور نہایت ہی قلیل الغذا بزرگ تھے اپنا وقت کبھی بے کار نہیں، فرماتے تھے ہمہ وقت تالیف و تصنیف و فتاویٰ نویسی کا مشغلہ تھا اِسی وجہ سے اکثر اپنے خصوصی زاویہ میں تشریف رکھتے تھے کہ عوام کی باتوں میں کام نہیں ہوگا یا بہت ہی کم ہوگا۔‘‘

(جہانِ امام احمد رضا، جلد ۱۲ ص ۲۲۹)

حضرت مفتی علیم الدین مجددی اعلیٰ حضرت امام احمد رضا علیہ الرحمہ کی ستائش کے بعد لکھتے ہیں:

’’ظاہر ہے کہ جو ہستی علم و عرفان کی اتنی رفعتوں اور شہرت اور ناموری کے اتنے اونچے مقام پر فائز ہو وہ لوگوں کی تعریف و توصیف اور تنقید و قدح سے بے نیاز ہوتی ہے وہ اپنی دنیا میں مگن رہ کر سکون و اطمینان کے ساتھ مسند تبلیغ و ارشاد سے قرطاس و قلم اور بان و بیان کے ذریعہ خلقِ خدا کو مستفید کرتی رہتی ہے۔‘‘ (جہانِ امام احمد رضا، جلد ۵ ص ۵۴۸)

اِس کے بعد مجددی صاحب نے اِسی رباعی کو حوالہ کے طور پر پیش کیا ہے۔ امام احمد رضا علیہ الرحمہ کی اِس رباعی میں غور کرنے سے جو حقائق ثابت ہوتے ہیں وہ یہ ہیں؛

(۱) امت مسلمہ کی قیادت اور اسلام کے دفاعی امور میں اہم رول ادا کرنے والے کے لیے مدحت و مذمت سے بے پرواہ ہونا۔

(۲) تحقیق و تدقیق کا شغل رکھنے والے اور احقاقِ حق ابطالِ

* مضمون نگار جامعہ اہل سنت صادق العلوم، ناسک، مہاراشٹر کے استاذ و مفتی ہیں۔

باطل کا فریضہ انجام دینے والے فرد کا بے جا عوامی خلط ملط سے بچنا ضروری ہے۔

(۳) ایسے خوش بخت انسان کے لیے منفرد ذوقِ مطالعہ اور ضروری کتب کی فراوانی اور دیگر امور کا مہیّا ہونا لازمی امر ہے۔

اِن حقائق کو امام احمد رضا کے اندر قدرت نے کتنے اہتمام سے رکھا تھا ملاحظہ کرنے کے لیے کچھ اقتباسات نظر اہلِ علم کو نذر ہیں، امام احمد رضا کے شاگردِ اجل ملک العلماء علامہ ظفر الدین رضوی بہاری علیہ الرحمہ لکھتے ہیں:

''میں نے علمائے کرام و مشائخ عظام کی جہاں تک زیارت کی اور معززین دنیاداروں کو دیکھا اکثر ایسا ہی پایا کہ اُن کی تعریف کیجئے تو بہت خوش اور جہاں کسی بات پر اعتراض کیا اِس درجہ خفا ہوئے کہ اُس کی صورت بھی دیکھنی نہیں چاہتے، اُن میں سب سے اول نمبر جسے مستثنیٰ دیکھا وہ ذاتِ گرامی صفات اعلیٰ حضرت امام اہل سنت کی تھی اور اس کی وجہ صرف یہ تھی کہ آپ کے سب کام محض اللہ تعالیٰ کے لیے تھے نہ کسی کی تعریف سے مطلب نہ کسی کی ملامت کا خوف تھا، حدیث شریف **من احب للہ و ابغض للہ و اعطیٰ للہ و منع للہ فقد استکمل الایمان** کے مصداق تھے آپ کسی سے محبت کرتے تو اللہ ہی کے لیے مخالفت کرتے تو اللہ ہی کے لیے کتب بینی، اوراد و اشغال کے خیال سے خلوت میں تشریف رکھتے۔'' (حیاتِ اعلیٰ حضرت، جلد ۲ ص ۱۶۱)

اِسی میں دوسری جگہ لکھتے ہیں:

''حمایتِ دین نکایتِ مفرین احقاقِ حق و ازہاقِ باطل اعانتِ سنت و اماتتِ بدعت میں جان و مال علم و فضل صَرف فرمایا اور جس طرح بنا ہمیشہ شرع و مذہب کی نصرت اور مخالفتِ دینِ متین کا رد و طرد کیا اور اس میں کبھی نہ کسی لومہ لائم کی پرواہ کی اور نہ کسی بڑی سے بڑی شخصیت کا خیال آڑے آیا نہ کبھی شہرت و مدح کی پرواہ کی، نہ کسی کے طعن و قدح کے خیال سے حق کہنے میں کوتاہی فرمائی اور یہ رباعی بالکل حسبِ حال فرمائی۔'' (حیاتِ اعلیٰ حضرت جلد ۲ ص ۱۴۳)

آغازِ تصنیف و تالیف

اب آگے دیکھتے ہیں کہ جس کا ذوقِ مطالعہ، زورِ قلم بے مثال تھا، اُس کے آغازِ تصنیف و تالیف کا کیا حال تھا، اِس بارے میں حضرت ملک العلماء ہی لکھتے ہیں؛

عموماً علمائے کرام فارغ التحصیل ہونے کے بعد تصنیف و تالیف کے میدان میں قدم رکھتے ہیں اور اعلیٰ حضرت نے طالب علمی ہی کے زمانے میں تصنیف فرمانا شروع کر دیا تھا جس کا مفصل بیان تصنیفات کے ذکر میں ہے جس دن فارغ التحصیل ہوئے اُسی دن سے فتویٰ لکھنا شروع کر دیا تھا، پہلا فتویٰ جو لکھا ایسا صحیح و درست مکمل و مدلل کہ والد ماجد صاحب عش عش کر گئے۔'' (حیاتِ اعلیٰ حضرت، جلد ۲ ص ۱۴۴)

امام احمد رضا کا حیرت انگیز مطالعہ

جو امام اپنی ان خوبیوں میں ممتاز و منفرد ہو وہ اپنے کارِ مطالعہ اور کتب بینی میں کیا شان رکھتا ہوگا اس کا اندازہ ذیل کے حوالہ سے کیا جا سکتا ہے، حضرت قاری امانت رسول رضوی پیلی بھیتی علیہ الرحمۃ حضرت ملک العماء ظفر الدین بہاری علیہ الرحمہ کے حوالے سے لکھتے ہیں:

''اعلیٰ حضرت ایک مرتبہ پیلی بھیت تشریف لے گئے امام المحدثین سلطان المفسرین مولانا شاہ وصی احمد صاحب محدث سورتی قدس سرہٗ القوی کے کاشانۂ مبارکہ پر قیام ہوا اثنائے گفتگو میں عقود الدریۃ فی تنقیح فتاوی الحامدیۃ کا ذکر نکلا، محدث صاحب نے فرمایا میرے کتب خانے میں ہے اتفاق وقت باوجود یکہ اعلیٰ حضرت کے کتب خانے میں کتابوں کا کافی ذخیرہ تھا اور ہر سال معقول رقم کی نئی نئی کتابیں آیا کرتی تھیں مگر اس وقت تک عقود الدریۃ منگوانے کا اتفاق نہیں ہوا تھا اعلیٰ حضرت نے فرمایا میں نے نہیں دیکھی ہے جاتے وقت میرے ساتھ کر دیجئے گا محدث صاحب نے بخوشی قبول کیا اور کتاب لا کر خدمتِ اقدس میں پیش کر دی مگر ساتھ ساتھ فرمایا، ملاحظہ فرمالیں تو بھیج دیجئے گا۔

اعلیٰ حضرت کا اُسی دن واپس کا ارادہ تھا لیکن کچھ

مریدوں نے دعوت کردی اور اُس روز قیام کرنے پر بہت اصرار کیا جس کی وجہ سے رُک گئے اور شب میں اِس ضخیم کتاب کی دونوں جلدوں کو شروع سے آخر تک ملاحظہ فرما لیا اور دوسرے دن میرے بدست کتاب واپسی فرمادی۔" (تجلیاتِ امام احمد رضا، ص ۶۴)

سبحان اللہ امام احمد رضا خدا کی قدرت کا مظہر تھے جس کتاب کی دونوں جلدوں کو امام احمد رضا نے رات کے مخصوص حصے میں مطالعہ کر ڈالا وہ عام بشر کی طاقت سے باہر ہے، اِسی کے ساتھ یہ بات بھی حیرت انگیز ہے کہ کتاب کی واپسی پر یہ بھی فرمایا کہ کتاب کا مفہوم تو پوری زندگی ذہن میں رہے گا اور تین ماہ تک جہاں کی عبارت چاہوں گا نقل کردوں گا۔

اِس قسم کے واقعات امام احمد رضا کی کہی گئی رباعی کی معنویت کا آئینہ دار ہیں امام احمد رضا کو قدرت نے جس کام کے لیے پیدا فرمایا تھا اُس کا صاف اعلان اس رباعی کے اندر موجود ہے اور جو عزم و ارادہ کیا اُس کی تکمیل اِس اندازہ سے کیا کہ: ع

سارے جہاں میں دھوم ہمارے رضا کی ہے

تیس گھنٹے میں حفظ قرآن

امام احمد رضا کا حفظ قرآن عالمی تاریخی انفرادیت کا حامل ہے ابتدا میں آپ حافظ قرآن نہ تھے اور عقیدت مند حضرات آپ کے نام کے ساتھ حافظ لکھ دیا کرتے تھے اہل عقیدت کی جانب سے اِس لقب کو سچ ثابت کرنے کے لیے حفظ کا عملی پروگرام مرتب کیا اور آنے والے رمضان میں تراویح میں قرآن شریف سنانے کا بھی ارادہ بنالیا جس کا آغاز کچھ اِس طرح ہوا کہ ایک صاحب مغرب اور عشا کی نمازوں کے درمیانی وقفہ میں قرآن شریف کا ایک پارہ پڑھتے جس کو امام احمد رضا بغور سنتے پورا سننے کے بعد دوبارہ سنانے والے کو سنا دیتے اور پھر عشا کے بعد تراویح کی نماز میں پورا پارہ سنا دیتے یوں تیس رمضان کو ختم قرآن کا شرف حاصل کیا۔

واقعہ نگاروں کے مطابق حفظِ قرآں کا وقفہ صرف ایک گھنٹے کا ہوتا تھا مگر عام طور سے مشہور یہ کیا گیا بلکہ اکثر کتابوں کے اندر لکھا بھی گیا کہ امام احمد رضا نے ایک مہینہ میں حفظِ قرآن مکمل کیا جو کہ صحیح نہیں ہے کیوں کہ ایک مہینہ میں حفظ کی تکمیل کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ رات دن کے اکثر اوقات میں حفظ کا کام جاری تھا جب کہ ایسا نہیں اِس لیے تکمیل حفظ قرآن کو ایک مہینہ سے مقید کرنا کہاں درست ہوگا، امام احمد رضا نے اپنے اِس شعر

کام وہ لے لیجئے تم کو جو راضی کرے
ٹھیک ہو نامِ رضا تم پہ کروڑوں درود

کے مطابق اپنی پوری یک سوئی اور حاضر دماغی کے ساتھ اللہ و رسول کی رضا کے لیے جس کام کا آغاز کیا وہ آناً فاناً پورا ہوتا ہی گیا اُن کے جد و جہد ذہن و ذہنی کاوشات کا سراہنا ڈیڑھ صدی سے ہو رہی ہے قلم و قرطاس کے جو نذرانے ایام احمد رضا کی بارگاہ میں پیش ہوئے اور ہو رہے ہیں اور ہوتے رہیں گے وہ تاریخِ اسلام میں بے مثالی اور انفرادیت کے تاباں جلوئے ہیں۔

□□□

کیا آپ نے سنی دنیا کی ممبر شپ حاصل کی؟

یہ شمارہ آپ کو کیسا لگا؟ ہمیں اپنے تأثرات ضرور لکھیں، آپ کے تأثرات ماہنامہ سنی دنیا کے صفحات کی زینت بنیں گے۔

کیا آپ نے اپنے دوست واحباب سے سنی دنیا کے تعلق سے اپنے تأثرات کا اظہار کیا؟ اگر نہیں تو ضرور بتائیں اور انھیں ماہنامہ کا ممبر بننے کی ترغیب بھی دیں، یہ دینی و دنیوی معلومات کا بے مثل خزانہ اور مرکز اہل سنت بریلی شریف کا ترجمان ہے۔

اگر آپ کاروباری ہیں تو رسالہ میں اس کا اشتہار دے کر اپنے کاروبار کو ترقی بھی دے سکتے ہیں۔

از: محمد فرحان رضا قادری*

کون اور کیا ہیں حضور تاج الشریعہ

حضور تاج الشریعہ مفتی اختر رضا خان علیہ الرحمہ کی شخصیت حق گوئی اور بے باکی کا ایسا روشن نمونہ تھی کہ جہاں دینِ مصطفوی ﷺ کی بات آتی، وہاں نہ خوف رہتا، نہ مصلحت! صرف حق کی آواز گونجتی تھی۔

حق بات کہنے میں مصلحت کا شکار نہ ہونا

آپ نے ہمیشہ وہی کہا جو شریعت نے فرمایا، چاہے وقت کا دباؤ ہو، بڑے بڑے طبقوں کی ناراضگی کا اندیشہ ہو، یا دنیاوی مخالفت کا خوف! آپ نے سچ کو سچ کہہ کر دکھایا۔

بدعت و گمراہی کے خلاف بے جھجک اعلان

کسی باطل نظریے، کسی گمراہ فرقے یا کسی غلط عقیدے کے سامنے کبھی خاموش نہ رہے۔ آپ کے فتاویٰ نے امت کے عقائد کی حفاظت کی اور گمراہی کو بے نقاب کیا۔ اگر معاملہ دین کا ہو تو آپ نے ہمیشہ علما و عوام کو سمجھایا کہ "حق کے مقابلے میں کوئی رشتہ نہیں" یہی وجہ ہے کہ بہت سے لوگ آپ کے فیصلوں کو معیارِ حق سمجھتے تھے۔ آپ کی بے باکی میں صرف جرأت ہی نہیں ہوتی تھی، بلکہ علم، وقار اور سیرتِ مصطفوی ﷺ کی خوشبو ہوتی تھی۔

آپ جب کسی غلطی کی نشاندہی کرتے تو دلائل، ادب اور شریعت کے نور کے ساتھ کرتے۔ تاج الشریعہ کی مجلس میں بیٹھ کر محسوس ہوتا تھا کہ یہ عالمِ ربانی حق کا ترجمان ہے؛ جس زبان پر علم کی سچائی، دل میں سنت کی محبت اور چہرے پر ولایت کا نور جگمگا رہا ہے۔

مسلک اعلیٰ حضرت کی حفاظت میں آپ کی حیرت انگیز استقامت کو دنیا نے بڑے قریب سے دیکھا، بدعات، گمراہیوں، لبرل ازم یا دین میں تحریف کے خلاف آپ کے فتاویٰ آج بھی علمی قوت اور جرأتِ ایمانی کی مثال ہیں۔

چاہے شادی کے رسم و رواج ہوں، جاہ و منصب کا فخر ہو، یا مذہبی اسٹیجوں پر نااہل افراد کو عزت دینے کا غلط طریقہ! تاج الشریعہ نے ہر ایسے رواج کی ہمیشہ دوٹوک مخالفت کی، اگر کوئی حکمران یا بااثر طبقہ دین کی حدوں کو توڑتا یا امت میں انتشار پیدا کرتا، تو آپ نے بغیر ہچکچاہٹ اس کی اصلاح کی! نہ کسی سے ڈرے، نہ رائے بدلنے کے لیے دباؤ قبول کیا۔

آپ کی بے باکی کبھی بھی بداخلاقی نہیں تھی: آپ کے انداز میں ہمیشہ وقار، نرمی، دلیل اور علم کی روشنی شامل رہی، اسی لیے آپ کی باتوں کو اہلِ علم بھی قدر کی نگاہ سے دیکھتے، آپ کی بے باکی کا مقصد کسی کی دل آزاری نہیں، بلکہ حق کو واضح کرنا، امت کو بچانا اور دین کے اصل مزاج کی حفاظت کرنا تھا۔ آپ کی حق گوئی درحقیقت ایمانی غیرت، علمی عظمت، فقہی بصیرت اور عشقِ رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا حسین مجموعہ تھی، انہوں نے اپنی پوری زندگی میں ثابت کیا کہ سچ وہی ہے جو شریعت کہے، باقی سب فانی ہے۔

المختصر! تاج الشریعہ کی پوری زندگی حق گوئی اور بے باکی کا مینار رہے۔ جہاں باطل نظر آیا، آپ نے قلم اٹھایا؛ جہاں دین کی بے ادبی ہوئی، آپ نے للکار کر حق بیان کیا، اللہ عزوجل میرے پیر و مرشد کی قبر مبارک پر انوار و تجلیات نازل فرمائے، آمین ثم آمین یارب العالمین۔

☐☐☐

قارئین کرام

یہ شمارہ آپ کو کیسا لگا؟

ہم آپ کے تأثرات کے منتظر ہیں

* مضمون نگار جامعۃ الأزہر الشریف قاہرہ مصر میں زیر تعلیم ہیں۔

از: مولانا محمد فیضان رضا علیمی *

حضور تاج الشریعہ بزرگانِ خانقاہِ رضویہ کے امین

امام اہلِ سنت سیدی سرکار امام احمد رضا خان قادری فاضل بریلوی علیہ الرحمہ کی ذاتِ اقدس ہمہ جہت اور کل الجہات تھی آپ کو رب ذوالجلال نے جہاں نابغۂ روزگار آبا واجداد سے نوازا وہیں آپ کو لائق وفائق اور نایاب ونادر اولاد امجاد بھی عطا فرمایا ہے۔

آپ کی اولاد وامجاد میں مرشدِ گرامی حضور تاج الشریعہ علامہ مفتی اختر رضا خان قادری ازہری علیہ الرحمہ کا نام سرفہرست آتا ہے۔ رب کائنات نے حضرت تاج الشریعہ نوّر اللہ مرقدہٗ کو آپ کا سچا وارث اور امین بنا کر بھیجا اسی کا ثمرہ ہے کہ تاحین حیات آپ کے مسلک ومشرب کی نشر واشاعت میں لگے رہیں۔ حضور تاج الشریعہ خانقاہِ رضویہ کے بزرگانِ دین کے سچے وارث اور امین تھے۔

حضور تاج الشریعہ علیہ الرحمہ مفسر اعظم ہند حضرت علامہ مفتی محمد ابراہیم رضا خان قادری جیلانی کے لختِ جگر، سرکا مفتی اعظم ہند علامہ مفتی مصطفی رضا خان قادری نوری کے سچے جانشین، حجۃ الاسلام حضرت علامہ مفتی محمد حامد رضا خان قادری رضوی کے مظہر اور سیدی اعلیٰ حضرت امام اہل سنت مجدد دین وملت شاہ امام احمد رضا خان قادری برکاتی بریلوی کی برکات وفیوضات کا منبع اور ان کے علوم وروایات کے وراث وامین ہیں، ان عظیم نسبتوں کا فیضان آپ کے اوصافِ حمیدہ اور اخلاقِ کریمانہ کی صورت میں ہمیشہ جھلک رہا تھا۔

استاذ الفقہاء حضرت علامہ مفتی عبد الرحیم صاحب بستوی علیہ الرحمہ حضور تاج الشریعہ علیہ الرحمہ پر ان عظیم ہستیوں کے فیضان کی بارشوں کا تذکرہ ان الفاظ میں کرتے ہیں:

" سب ہی حضرات گرامی کے کمالات علمی وعملی سے آپ کو گراں قدر حصہ ملا ہے۔ فہم وذکا، قوتِ حافظہ وتقوی سیدی اعلی حضرت سے، جودتِ طبع ومہارتِ تامہ (عربی ادب) میں حضور حجۃ الاسلام سے، فقہ میں تجر واصابت سرکار مفتی اعظم ہند سے، قوتِ خطابت وبیان والد ذی وقار مفسر اعظم ہند سے یعنی وہ تمام خوبیاں آپ کو وراثۃً حاصل ہیں جن کی رہبرِ شریعت وطریقت کو ضرورت ہوتی ہے۔"

(پیش گفتار: شرح حدیث نیت، صفحہ ۴۲)

حضرت مرشد گرامی حضور تاج الشریعہ علیہ الرحمہ کو رب ذوالجلال نے علمی کمال، فقہی بصیرت، ملی ہمدردی، مسلکی پختگی کے ساتھ عشقِ محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کا وافر حصہ عطا فرمایا تھا۔ آپ عشقِ رسالت مآب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں اعلی حضرت کے امین، عربی ادب میں حجۃ الاسلام کے وارث، فقہی کمال میں مفتی اعظم کے اسیر اور تفسیری اور تقریری جمال میں اپنے والد ماجد مفسر اعظم ہند کے جانشین تھے، آپ کا آج ساتواں عرسِ مقدس منایا جا رہا ہے۔ رب قدیر آپ کے فیضان علم وعمل کا صدقہ ہم سبھوں کو عطا کرے، آمین۔

□□□

قارئین کرام توجہ فرمائیں

ادارہ ہر ماہ پابندی کے ساتھ آپ کو رسالہ بھیجتا ہے مگر ڈاک کی لاپرواہی کی وجہ سے کچھ لوگوں کو رسالہ نہیں پہنچ پاتا، ایسے ممبران سے التماس ہے کہ ہمیں فون کر کے مطلع فرمائیں تا کہ محکمۂ ڈاک میں شکایت کر کے رسالہ پہنچایا جا سکے۔ 8755096981 پر ہمیں ضرور مطلع فرمائیں۔

ازہریات

* مضمون نگار سہ ماہی پیامِ بصیرت سیتامڑھی، بہار کے مدیر ہیں۔

تصنیف: امام فقیہ ابواللیث نصر ابن محمد سمرقندی

ترجمہ: علامہ مفتی محمد صالح قادری بریلوی*

فکر آخرت

اکتالیسویں قسط

گزشتہ سے پیوستہ

الدین کی دلجوئی وخدمت گزاری، عظیم نعمت وسعادت

قول ابن عباس: فقیہ ابواللیث سمرقندی یعنی مصنف رحمہ اللہ تعالیٰ اپنے شیخ ابوالقاسم عبدالرحمٰن شمزی کی تحدیث واسناد نقل کر کے بطریق سعید ابن مسعود، حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے راوی ہیں آپ نے (تعلیم نبوی کی روشنی میں) فرمایا: جس کسی مومن کے والد ووالدہ دونوں (باحیات) ہوں اور وہ صبح اس حال میں اٹھے کہ دونوں کے لئے محسن ہے (یعنی ان کی خدمت وراحت رسانی میں لگا ہے) تو ایسا ہرگز نہیں ہوگا کہ اس کے لئے اللہ تعالیٰ جنت کے دو دروازے نہ کھول دے اور اگر دونوں یا کوئی ایک اس سے ناراض ہو تو ناراض کو اس سے راضی نہ کر دے۔

(راوی کا بیان ہے کہ حضرت عبداللہ سے) پوچھا گیا کہ اگرچہ بیٹا ظالم ہو؟ فرمایا (ہاں) اگرچہ ظالم ہو۔(۱)

حدیث مرفوع: اور یہ مضمونِ خبر ایک مرفوع حدیث میں بھی آیا ہے اُس میں کچھ مضمون زائد ہے (کہ حضور ﷺ نے آگے) فرمایا: اور جو بندہ صبح کرے اس حال میں کہ ماں باپ کے ساتھ بدسلوکی کرتا ہے تو ایسا نہیں ہوگا کہ اللہ تعالیٰ اس کے لئے دوزخ کے دو دروازے نہ کھولے اور اگر ایک ہے تو ایک دروازہ نہ کھولے۔(۲)

حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ کی تین نصیحتیں

روایت: مصنف شیخ مذکور سے سن کر، باسناد تام، بطریق ابن جریج، حضرت امام عطا سے روایت لائے فرمایا کہ (ایک بار) سیدنا موسیٰ علیہ الصلاۃ والسلام نے اللہ تعالیٰ سے عرض کیا: یَا رَبِّ أَوْصِنِي۔ اے میرے رب مجھے (کچھ) نصیحت فرما، (تو اللہ تعالیٰ نے جواب میں ارشاد) فرمایا: أُوْصِيكَ بِي۔ میں تجھے نصیحت کرتا ہوں اپنے متعلق۔(۳)

عرض کیا: یَا رَبِّ أَوْصِنِي۔ اے پروردگار! (مزید) نصیحت فرما، (اللہ تعالیٰ نے) فرمایا: أُوْصِيكَ بِأُمِّكَ۔ تجھے تیری والدہ کے متعلق (خیر خواہی کی) نصیحت کرتا ہوں (موسیٰ علیہ السلام نے) پھر وہی سوال دہرایا، عرض کیا کہ: یَا رَبِّ أَوْصِنِي۔ اے میرے مالک! مجھے (مزید) نصیحت فرما، (اللہ تعالیٰ نے دوبارہ وہی) فرمایا: أُوْصِيكَ بِأُمِّكَ۔ تجھے نصیحت فرماتا ہوں تیری ماں کے متعلق۔ آپ نے (پھر وہی) عرض کیا: اے میرے رب! مجھے (اور) نصیحت فرما، (اب اخیر میں اللہ تعالیٰ نے) فرمایا: أُوْصِيكَ بِأَبِيكَ میں تجھے تیرے باپ کے متعلق (خیر خواہی کی) نصیحت کرتا ہوں۔

ماں یا باپ کو بے سہارا چھوڑ کر جہاد میں جانا منع

حدیث شریف: حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت آئی ہے۔ فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت بابرکت میں ایک صاحب حاضر آئے۔ عرض کیا حضور میں جہاد میں جانے کا ارادہ رکھتا ہوں۔

تو حضور علیہ الصلاۃ والسلام نے دریافت فرمایا: کیا تیرے والدین زندہ ہیں؟ انہوں نے عرض کیا ہاں حضور، زندہ ہیں، فرمایا تو توانہیں میں جہاد کر۔(۴) ....جاری

[۱] یعنی والدین کی رضا جوئی وخدمت گزاری ضرور موجب استحقاق جنت ہے اگرچہ دیگر وجہوں سے گنہگار ہوا ہو۔ مطلب یہ ہے برُّ الوالدین کی برکت سے اس کو توبہ واصلاح کی توفیق مل جائے گی اور بالآخر وہ مستحق جنت ہو جائے گا۔ ۱۲—مترجم غفرلہ۔

[۲] والد یا والدہ کی بے ادبی، ان کے ساتھ بدسلوکی ضرور موجب استحقاق نار ہے یعنی اگر معافی وبخشش نہیں ملی تو ضرور مستحق عذاب ہوگا۔ ۱۲—مترجم غفرلہ۔

[۳] یعنی اپنی عبدیت اور میری معبودیت کے معاملہ میں ہمیشہ مخلص وخیر خواہ رہنا۔ ۱۲—مترجم غفرلہ۔

[۴] یعنی تیرے لئے والدین کی خدمت وراحت رسانی میں کوشاں رہنا مثل جہاد ہے، لہٰذا حضور نے انہیں غزوہ میں جانے کی اجازت نہیں دی۔ ۱۲—مترجم غفرلہ۔

چاند پر علما اور عوام سے چند باتیں

(از: محمد زاہد علی مرکزی چیرمین تحریک علمائے بندیل کھنڈ

(1) علما کو چاند کے متعلق لوگوں میں مسائل کی بیداری مہم ہر زبان میں چلانی چاہیے۔ جلدی کے چکر میں دنیا بھر کی تصدیقات کے قبول کا طریقہ غلط ہے۔

(2) اگر علما وقت لیں تو لوگ تو چھوڑیے ہمارے اہل علم ہی سوال اٹھانے لگتے ہیں۔ ارے بھائی! آپ کو لوگوں کو سمجھانا چاہیے اور آپ ہی علما پر پریشر بنانے لگتے ہو، ہر ایرا غیرا ایلٹر ہیڈ ڈال کر عوام کو شکوک وشبہات میں ڈال دیتا ہے اور ہمارے علما اسے سرکولیٹ کر کے آپس میں خانہ جنگی گالی بازی کا ماحول بنا دیتے ہیں۔ جب عام رویت نہ ہو تو اس کا حکم بیان کیا جائے اور یہ سب سال بھر یا رمضان المبارک سے پہلے یا عید سے کافی پہلے آڈیو، ویڈیوز، تحریرا ہونا چاہیے تا کہ لوگ بات سمجھیں۔

(3) عوام نے یہ سمجھ لیا ہے کہ اگر سعودی میں چاند ہوا ہے تو ہمارے یہاں ہونا ہی ہے۔ اس فکر اور طرز استدلال سے عوام کو نکالنے کی ذمہ داری ہماری ہے۔ بادل ہونے پر آقا علیہ السلام کے فرامین بتائے جائیں صحیح بخاری وصحیح مسلم میں ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی، رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں:

''روزہ نہ رکھو، جب تک چاند نہ دیکھ لو اور افطار نہ کرو، جب تک چاند نہ دیکھ لو اور اگر ابر (بادل) ہو تو مقدار پوری کرلو۔''

نیز صحیحین میں ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی، حضورِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

''چاند دیکھ کر روزہ رکھنا شروع کرو اور چاند دیکھ کر افطار کرو اور اگر ابر ہو تو شعبان کی گنتی تیس ۳۰ر پوری کرلو۔''

(4) یوں ہی آمد رمضان پر یہ بتایا جائے کہ جب عام رویت نہ ہو تو ضروری نہیں کہ کھینچ تان کر تراویح کر لی جائے، جب تصدیق نہیں تو حکم تراویح بھی نہیں، ہاں رات تک تصدیق کا انتظار کیا جائے اور خبر لگ جائے تو لوگ مسجد آ کر جماعت کرلیں یا گھروں پر پڑھ لیں۔ بغیر تصدیق کے یا وہابیوں کے اعلان کے دباؤ کے چلتے بھیڑ چال پر عمل کرنا درست نہیں۔

(5) عوام کو یہ سوچنا چاہیے کہ اگر چاند نہیں دکھا ہے تو علما گھر سے نہیں بنالیں گے اور دکھا ہے تو آپ کو ضرور بتائیں گے، علما کو عوام سے زیادہ فکر ہوتی ہے لیکن عوام یہ سمجھتی ہے کہ چاند کی تصدیق پر بھی ان کو فائدہ ہوتا ہے۔

عجب حال ہے! چاند ہونے یا نہ ہونے پر علما کو کیا مل جاتا ہے؟ سال بھر آپ مساجد سے دور رہتے ہو اور رمضان آتے ہی آپ علما سے زیادہ قابل بن جاتے ہو اور ایک دن کی تراویح کے لیے علما کو گالیاں بکتے ہو شرم آنا چاہیے۔

(6) اس افراتفری کے گنہ گار بھی علما ہیں، ہمارے علما عوام سے زیادہ جلد باز واقع ہوتے ہیں اگر کوئی جلد اعلان کر دیتا ہے تو انھیں وہی اچھا لگتا ہے اور جو تھوڑا وقت لیں ان کا منصب قضا ہی خطرے میں پڑ جاتا ہے، علما کو جلد بازی نہیں کرنا چاہیے دوسرے علما کو مسائل رویت عوام کو بتانا چاہیے تا کہ اس افراتفری سے بچ سکیں۔

(7) ہونا تو یہ چاہیے کہ رمضان یا عید سے قبل اہل سنّت کے مرکزی اداروں اور مرکزی رویت ہلال کمیٹی کی جانب سے یہ اعلان بار بار کیا جائے کہ" اگر عام رویت نہیں ہوتی ہے تو اس صورت میں چاند کی تصدیق کے لیے دو سے تین گھنٹے لگ سکتے ہیں۔ اس لیے عوام جلد بازی نہ کرے۔"

اس طرح کے اعلانات سے عوام علما پر دباؤ نہ بنا سکے گی اور علما کو بھی راحت ملے گی۔ ان کے دماغ میں یہ بات ہوگی کہ اعلان میں وقت لگے گا تو مطمئن رہیں گے۔

□□□

مطالعہ کی اہمیت وافادیت

(از: مولانا خلیل احمد فیضانی استاذ: دار العلوم فیضان اشرف باسنی

بغیر مطالعہ کے کوئی بھی شخص قابلِ ذکر ترقی نہیں کرسکتا ہے، مطالعہ کی اہمیت وافادیت ہمیشہ سے مسلم رہی ہے، جن افراد نے اپنا رشتہ ناطہ مطالعہ سے جوڑے رکھا آج وہ اقوام عالم

پر مطلق العنان حکمرانی کرتے نظر آرہے ہیں اور جن لوگوں نے علم وادب اور مطالعہ کی بزموں کو ویران کیا آج وہ ٹھوکروں میں ہیں اور چوطرف سے ان پر پستی مسلط ہے، مطالعہ کیوں اور کیسے؟ کے مؤلف اپنی تالیف میں رقم طراز ہیں:

مطالعہ کی اہمیت وافادیت ہمیشہ اور ہر دور میں مسلم رہی ہے، اس سلسلہ میں کسی بھی نقطۂ نظر یا مدرسہ فکر کو کوئی اختلاف نہیں، بلکہ مطالعہ ہی سے نقطہ ہائے نظر اور مدارس فکر کی شناخت ہوتی ہے اور مطالعہ ہی کی مدد سے ان کے روشن یا تاریک پہلو سامنے آتے ہیں، سماج یا معاشرہ کی تعمیر وتطہیر میں مطالعہ کا بڑا اہم اور واضح رول ہوتا ہے، دنیا کی تمام مخلوقات میں انسان کے شرف وتفوق کی بنیاد علم پر ہے اور علم صرف اور صرف مطالعہ ہی سے حاصل ہوتا ہے، اس صورت میں یہ بات کہی جاسکتی ہے کہ مطالعہ انسانی زندگی میں سنگ میل کی حیثیت رکھتا ہے اور مطالعہ کے بغیر انسان اپنی اُس منزل کو نہیں پاسکتا، جس کے لئے خالق کائنات نے اس کی تخلیق فرمائی ہے۔

بعض دانشوروں کے نزدیک جو اہمیت انسانی زندگی کے لئے پانی، ہوا اور غذا کی ہے، وہی اہمیت مطالعہ کی بھی ہے، اس لئے کہ پانی، ہوا اور غذا سے جسم انسانی کو نشو ونما ملتی ہے اور مطالعہ سے ذہن وفکر میں گیرائی وبالیدگی اور روح میں تازگی و روشنی پیدا ہوتی ہے۔ مطالعہ اور کتب بینی کرنے والا علم وحکمت کے بیش قیمت گوہر اپنے دل ودماغ میں بھر لیتا ہے اس سے علم میں وسعت پیدا ہوتی ہے، استعداد ٹھوس اور مضبوط ہوتی ہے، قوت فکر یہ تیز ہوتی ہے اور علم کے دروازے کھلتے ہیں، بہت سی نامعلوم چیزیں معلوم ہوتی رہتی ہیں۔ تحقیق کا مادہ پیدا ہوتا ہے اور لاعلمی دور ہوتی ہے۔

مطالعہ کرنے والا طالب علم درجہ کمال تک پانچ جاتا ہے یہاں تک کہ وہ علم کا آفتاب وماہتاب بن جاتا ہے اور انسانی معاشرہ میں اعلیٰ مقام حاصل کرتا ہے۔ اس کے برخلاف جو طلبہ مطالعہ نہیں کرتے ان میں استعداد پیدا نہیں ہوتی، علم ناقص رہتا ہے، معلومات سطحی ہوتی ہیں، علمی نکات اور رموز واسرار سے محروم رہتے ہیں، دماغ میں پھیلاؤ نہیں ہوتا بلکہ وہ جمود وتعطل کا شکار ہو جاتا ہے۔ مطالعہ کی برکت سے استعداد اور فہم پیدا ہوتا ہے اس کے بغیر مضمون اچھی طرح سمجھ میں نہیں آتا، یہ مفتاح استعداد قابلیت کی کنجی) ہے، اگر مطالعہ کی استعداد پیدا ہوگئی تو سبق کو بدون استاد کے بھی سمجھ لے گا۔

کتابوں کے مطالعہ سے معلومات ٹھوس، دلائل اور بات کرنے کا سلیقہ پیدا ہوتا ہے، کتب بینی اور کتابوں ہی کی بدولت آج دنیا بتدریج راہ ترقی پر گامزن ہے، کسی مفکر کا قول ہے کہ اگر دو دن تک کتابوں کا مطالعہ نہ کیا جائے تو تیسرے دن گفتگو میں شیرینی نہیں رہتی، مطالعہ کا ایک فائدہ یہ بھی ہے کہ یہ عادت تنہائی کا بہترین ساتھی ہے جو ہر صورت میں مفید ہے اور وقت کو ضائع ہونے سے بچا لیتا ہے۔

□□□

امام احمد رضا کے ایک شعر کی تشریح

از: مولانا محمد تحسین رضا قادری رفاعی، گنگا گھاٹ اناؤ یوپی

نور و بنتِ نور و زوجِ نور و اُمِ نور و نور
نورِ مطلق کی کنیز، اللہ رے لہنا نور کا

یہ شعر حضرت سیدہ فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا کی شان میں ہے، اس شعر میں حضور اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سات مرتبہ لفظ ''نور'' کا استعمال فرمایا ہے اور ہر بار لفظ نور الگ الگ معنوں اور مرادوں میں استعمال کیا گیا ہے۔ پہلی مرتبہ جو نور ہے اس سے مراد سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا ہیں، دوسری مرتبہ سے مراد حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ذات اقدس، تیسری مرتبہ سے مراد حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم، چوتھی اور پانچویں مرتبہ سے مراد حضرت سیدنا امام حسن اور امام حسین رضی اللہ عنہما، چھٹی مرتبہ سے مراد ذات باری تعالیٰ، ساتویں مرتبہ جو لفظ نور ہے وہ اپنے لغوی معنی میں ہے یعنی روشنی، چمک وغیرہ اور لہنا کا معنی حصہ، قسمت، نصیب۔

اب شعر کے معنی ہوئے کہ خاتون جنت بقیہ ص ۳۷/ پر

منظومات

وصل کی اب بھیج دیں بادِ بہاری یارسول

(از: مولانا اشرف رضا قادری، دوماہی امین شریعت بریلی شریف

ہجر کی ہے رات اور اختر شماری یارسول
وصل کی اب بھیج دیں بادِ بہاری یارسول

علم وحکمت، فکر وفن کی مجھ کو دولت ہو نصیب
علم وتہذیب وتمدن سے ہوں عاری یارسول

وصل وراحت کے حسیں لمحات اب کردیں عطا
ہجر میں کب تک کروں میں اشک باری یارسول

قلب کی حسرت مٹے، اذنِ سفر اب تو ملے
ہند میں کب تک کروں میں آہ وزاری یارسول

نورِ تقویٰ سے منور ہو ہماری زندگی
ہو عطا سجادسی پرہیزگاری یارسول

جب تلک زندہ رہوں میں، نعت کی ہوتی رہے
میری کشتِ فکر وفن پہ مُشک باری یارسول

رنج وآلام ومصائب سے ملے فوری نجات
ہے بہت مشہور تیری غم گساری یارسول

الغیاث والغیاث والغیاث والغیاث
سر پہ ہے عصیاں کا میرے بوجھ بھاری یارسول

بھیج دیں بہر خدا الطاف کی ٹھنڈی ہوا
ہے مسلط شاخِ دل پر بے قراری یارسول

زیورِ اخلاق وتقویٰ سے مزین ہو حیات
ہو عطا اشرفؔ کو وصفِ بُرد باری یارسول

منقبت درشان علامہ عبدالرحمن پوکھریروی

(از: پھول محمد نعمت رضوی، امام احمد رضا لائبریری سرلاہی نیپال

سارے اہل اللہ پر اللہ کا انعام ہے
ان کا جو دشمن ہوا اس کا برا انجام ہے

جو مجی کی محبت میں مگن ہو ہر گھڑی
کیسے کہہ دوں وہ کسی بھی موڑ پر ناکام ہے

وہ کسی خطرے کو خاطر میں کبھی لاتا نہیں
ساتھ جس کے شہ مجبی کا کرم ہر گام ہے

ہیں مجی کے جو مرشد سیدی نور الحلیم
سارے رحمانی پہ ہر دم فیض ان کا عام ہے

آسی غازی پوری کے ہے فیض کا دریا رواں
اس لیے عرس ولی میں بارش اکرام ہے

ہیں مجی اور ولی آل ولی لیٹے جہاں
اس جگہ پہ بارش انوار صبح وشام ہے

بچتے رہنا بدعقیدوں سے مجی نے کہا
مسلک احمد رضا خاں کا یہی پیغام ہے

خطۂ ترہت میں ہے کوئی نہیں جس کا جواب
خانقاہ پوکھریرہ نے کیا وہ کام ہے

عرس میں آیا ہوا لوگوں کا جو ہے ازدہام
درحقیقت تیرے دیوانوں کا جشن عام ہے

تھی طریقت کی شہنشاہی ملی جس پیر کو
ان کے میخانے کا ہاتھوں میں ہمارے جام ہے

بقیہ ص ۲۸ ر پر

ملا ہے آج پیمانہ مرے اختر رضا خاں کا

(از: مولانا شمس تبریز خاں مرکزی خانقاہ ظہوریہ بلگرام شریف

نہ کیوں جھومے گا مستانہ مرے اختر رضا خاں کا
ملا ہے آج پیمانہ مرے اختر رضا خاں کا

جہاں اہلِ خرد بھی اپنا رستہ بھول جاتے ہیں
وہاں پہنچا ہے دیوانہ مرے اختر رضا خاں کا

بقیہ ص ۲۸ ر پر

زہر کو زہر بتایا تو برا مان گئے

(از: محمد جسیم اکرم مرکزی،

زہر کو زہر بتایا تو برا مان گئے
ظلم کا مان گھٹایا تو برا مان گئے

شاہ اتقی کی حمایت میں علی کا نوکر
حق کا پرچم جو اٹھایا تو برا مان گئے

بقیہ ص ۳۳ ر پر

اعلیٰ حضرت نے اسلام پر عمل کا جذبۂ بیدار کیا

مفتی محمد نورالحسن مصباحی

اعلیٰ حضرت ریسرچ سینٹر پر سالانہ ''یوم رضا'' میں علما کا اظہار خیال مالیگاؤں: مشہور دانش ور کوثر نیازی نے اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری محدث بریلوی کی تحقیقاتِ علمیہ سے متعلق اعتراف حق میں کہا تھا کہ ''جب امام اہل سنت کی کتابیں مطالعہ کیں اور ان کے علم کے دروازے پر دستک دی اور فیض یاب ہوا تو اپنی جہل کا احساس ہوا اور اعتراف ہوا، یوں لگا کہ ابھی تو میں علم کے سمندر کے کنارے کھڑا صرف سیپیاں چن رہا ہوں۔ علم کا سمندر تو امام کی ذات ہے۔''

مولانا طارق انور مصباحی نے اعلیٰ حضرت کے علوم پر تحقیقی مقالہ لکھا اور یہ ثابت کیا ہے کہ علوم وفنون کی کہکشاں کا نام امام احمد رضا ہے، اس طرح کا اظہار خیال 27 / مارچ 2026ء جمعہ کی شب اعلیٰ حضرت ریسرچ سینٹر پر نوری مشن کے تحت منعقدہ سالانہ جشن یوم رضا میں حضرت مفتی محمد نورالحسن مصباحی صاحب نے کیا۔ آپ نے اعلیٰ حضرت امام احمد رضا کی مہارتِ علمی و دینی خدمات کے تناظر میں فرمایا کہ ضرورت ہے کہ کتب ورسائل اعلیٰ حضرت کا مطالعہ کیا جائے، انھیں عام کیا جائے، اعلیٰ حضرت نے شریعت مطہرہ پر عمل کا جذبۂ صالح بیدار فرمایا اور خلافِ شریعت راہوں پر قدغن لگایا۔

اخیر میں حضرت مفتی محمد نعیم رضا مصباحی صاحب نے اعلیٰ حضرت کے ایک فارسی کلام جو حافظ شیرازی کی تضمین میں رقم ہوا؛ کی فنی، علمی، فکری پیمائش کی۔ تشریحی نکات واضح کیے جس سے ایک سمت ادب کا دامن گلزار ہوتا ہے تو دوسری سمت ایمان وعقیدہ اور عقیدت کی تقویت کا سامان مہیا ہوتا ہے۔

اعلیٰ حضرت کی شاعری بھی بڑے کمال کی ہے جہاں فن اور عشق رسول ﷺ دونوں مثل بیش قیمت موتیوں کی مالا پروے نظر آتے ہیں۔ پروگرام کی ابتدا میں جناب ہاشم رضا واحباب نے نعت خوانی کی۔ محفل کا آغاز شب 10 / بجے ہوا، سلام، شجرہ خوانی ودعا پر بزم اختتام پذیر ہوئی۔

اختتام پر کتاب ''خطباتِ امام احمد رضا'' (مرتب: مفتی مشتاق عزیزی) کی تقسیم عمل میں آئی۔ اس بزم میں سنجیدہ ومتین نوجوانوں نے شرکت کی اور علمی گفتگو سے استفادہ کیا۔

رپورٹ: نوری مشن، مالے گاؤں

قربان جاؤ حضور تاج الشریعہ پر

چند مریدین کے بعد پیران عظام مطالعہ نہیں کر پاتے ہیں (الا ماشاء اللہ) لیکن حضور تاج الشریعہ علیہ الرحمہ نے ہجوم افکار اور مسلسل اسفار کے باوجود امت مسلمہ کو یہ شاہکار دیا، فتاویٰ رضویہ شریف قدیم کی پہلی جلد کا عربی ترجمہ حضور تاج الشریعہ علیہ الرحمۃ والرضوان نے اپنی زندگی کے آخری دور میں مکمل کر لیا تھا جو اب چار ضخیم جلدوں کی صورت میں جلد ہی منظر عام پر آنے والا ہے۔

حضور تاج الشریعہ علیہ الرحمۃ والرضوان کی علمی فتوحات کا غالباً آخری حصہ عجم کے ساتھ اب عرب کی بھی آنکھوں کا سرمہ بننے جا رہا ہے اور اعلیٰ حضرت کی فقہی تحقیقات سے عربوں کے دل کو ٹھنڈک پہنچانے جا رہا ہے، یقیناً اعلیٰ حضرت وہ معجزۂ رسول ہیں جن پر صرف اہل ہند کی اجارہ داری نہیں بلکہ ساری دنیا کو جاننا چاہیے کہ واقعتاً ع

جس سمت آ گئے ہو سکے بٹھا دیئے ہیں

حضور تاج الشریعہ کے تبلیغی اسفار

ایک تاریخی دستاویز، قدیم اسفار کی تبلیغی، تعلیمی روداد، عن قریب آپ کے روبرو ہونے والی ہے، جس میں دین وسنیت کے حوالے سے مستند روایات وواقعات لکھے گئے ہیں، 1978ء سے لے کر 2015ء تک حضور تاج الشریعہ علیہ الرحمہ کے تفصیلی تبلیغی دوروں کی رپورٹس بھی دیکھنے پڑھنے کو ملے گی۔

صوبۂ راجستھان کے ان اضلاع کا ذکر بھی آئے گا جہاں مشائخ کرام کے عقیدت مند شاد وآباد ہیں، بقیہ ص ۱۲ / پر

माहनामा सुन्नी दुनिया में इश्तिहार देकर अपने कारोबार और इदारे को फ़रोग़ दें

Monthly Package Four Colour महाना पैकेज फोर कलर

S. No.	Adv. Space	کوارٹر پیج Quarter Page	ہاف پیج Half Page	فل پیج Full Page	اشتہار کی جگہ	نمبر شمار
1	Back Title Page	8000/-	10000/-	15000/-	بیک ٹائل پیج	۱
2	Back Side of Front Title Page	6000/-	8000/-	12000/-	فرنٹ ٹائل پیج کا اندرونی حصّہ	۲
3	Back Side of Back Title Page	4000/-	6000/-	10000/-	بیک ٹائل پیج کا اندرونی حصّہ	۳

Quarterly Package Four Colour तिमाही पैकेज फोर कलर

1	Back Title Page	20000/-	25000/-	35000/-	بیک ٹائل پیج	۱
2	Back Side of Front Title Page	15000/-	20000/-	30000/-	فرنٹ ٹائل پیج کا اندرونی حصّہ	۲
3	Back Side of Back Title Page	10000/-	15000/-	25000/-	بیک ٹائل پیج کا اندرونی حصّہ	۳

Half Yearly Package Four Colour छमाही पैकेज फोर कलर

1	Back Title Page	30000/-	40000/-	60000/-	بیک ٹائل پیج	۱
2	Back Side of Front Title Page	20000/-	35000/-	50000/-	فرنٹ ٹائل پیج کا اندرونی حصّہ	۲
3	Back Side of Back Title Page	15000/-	25000/-	40000/-	بیک ٹائل پیج کا اندرونی حصّہ	۳

Yearly Package Four Colour सालाना पैकेज फोर कलर

1	Back Title Page	50000/-	70000/-	100000/-	بیک ٹائل پیج	۱
2	Back Side of Front Title Page	35000/-	60000/-	80000/-	فرنٹ ٹائل پیج کا اندرونی حصّہ	۲
3	Back Side of Back Title Page	25000/-	40000/-	60000/-	بیک ٹائل پیج کا اندرونی حصّہ	۳

Black & White Package any in side Magzine ब्लैक एण्ड व्हाईट पैकेज रिसाला में कहीं भी

1	Monthly	1500/-	3000/-	5000/-	ماہانہ	۱
2	Quarterly	4000/-	8000/-	12000/-	سہ ماہی	۲
3	Half Yearly	7000/-	12000/-	16000/-	ششماہی	۳
4	Yearly	10000/-	16000/-	20000/-	سالانہ	۴

नोट:-

1. तीन महीने का मतलब कोई भी तीन महीने, इसी तरह 6 या 12 महीने का मतलब कोई भी 6 या 12 महीने।
2. वक़्त और हालात के पेशे नज़र इश्तिहार की इबाअत मुक़द्दम व मुवख़्ख़र भी हो सकती है।
3. पूरे इश्तिहार की रक़म एक मुश्त पेशगी जमा करनी होगी।

Contact: 82 Saudagaran, Dargah Aalahazrat, Bareilly Sharif (U.P.), Pin - 243003, Mob. 9411090486
Account Details: Asjad Raza Khan, SBI A/c No. 10592358910, IFSC Code: SBIN0000597

RNI No. UPMUL/2017/71926
Postal Regd. No. UP/BR-34/2026-28

APRIL-2026
PAGES 56 WITH COVER

PER COPY : ₹ 30.00
PER YEAR : ₹ 350.00

MAHNAMA SUNNI DUNIYA

Printer, Publisher & Owner Asjad Raza Khan, Printed at Faiza Printers, Bara Bazar, Bareilly
Published at 82, Saudagran, Dargah Aala Hazrat, Bareilly Sharif (U.P.) PIN : 243003, Editor Asjad Raza Khan